***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Concept of Mysticism in World Religions and the Fundamental Elements of Islamic Tasawwuf: A Comparative and Critical Study

مذاہب عالم میں تصور تصوف اور اسلامی تصوف کے بنیادی عناصر: ایک تقابلی و تنقیدی مطالعہ

Dr Saira Taiba
Assistant Professor Institute of Islamic Studies Bahauddin Zakaria University Multan
drsairataiba@bzu.edu.pk
Bahar Ali S/O Raham Sher
Imam & Lecturer at Bahria University E.8 Campus Islamabad
baharalimohmand202@gmail.com
Muhammad Rahman
Vice Principal Huffaz Scinence School I-9/4 Islamabad
mr3342663@gmail.com

Abstract
Mysticism and spirituality are significant dimensions of religious traditions, emphasizing inner purification, moral development, spiritual discipline, and the relationship between human beings and the Divine. This study comparatively examines the concept of mysticism in Judaism, Christianity, and Hinduism, with particular emphasis on the fundamental principles of Islamic Tasawwuf. It explores various spiritual practices, including self-purification, meditation, asceticism, divine love, devotion, and moral refinement. The study also critically evaluates Ghulam Ahmad Parwez's views regarding the historical origins and nature of mysticism, distinguishing between general spiritual experiences and the Islamic concept of Tasawwuf. Furthermore, it identifies the essential foundations of Islamic Tasawwuf in the light of the Qur'an, Sunnah, and classical Sufi literature. The research highlights that Islamic Tasawwuf is fundamentally rooted in divine revelation, prophetic guidance, ethical conduct, and spiritual purification. The study concludes that although certain spiritual practices are found across different religious traditions, Islamic Tasawwuf possesses distinct theological foundations and a comprehensive framework for spiritual and moral development.

Keywords :*Islamic Tasawwuf, Comparative Mysticism, Spiritual Purification, Religious Spirituality.*

اللہ تعالیٰ نے انسان کو روح و جسم سے مرکب بنایا ہے، جسم کے اعمال و صحت مند ہونے کی علامات، اور بیمار ہونے کی نشانیاں اور ہیں جبکہ روح کے اعمال اور صحت مند و بیمار ہونے کی علامات و نشانیاں اور ہیں جبکہ ان دونوں کی غذا بھی الگ الگ ہیں۔ جسم چونکہ مٹی سے بنا ہے لہذا اس کی غذا زمین سے پیدا ہوتی ہے اور روح چونکہ عالم امر سے آئی ہے لہذا اسکی غذا بھی عالم امر سے آتی ہے۔ انسان کی عادت یہ ہے کہ وہ جسم کی تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسکی تکلیف کے ازالے کی کوشش کرتا ہے جبکہ روح کی تکلیف نہ وہ محسوس کرتا ہے اور نہ ہی اسکے ازالے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی سنت یہ ہے جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور مالوں کو نہیں دیکھتے کہ یہ کتنے خوبصورت ہیں اور انکے پاس کتنا مال ہے ہاں یہ دیکھتے ہیں کہ انکے دل کیسے ہیں؟ ایمان سے بھرے ہیں یا خالی؟ اور انکے اعمال کیسے ہیں؟

لہذا انسان کی ضرورت ہے کہ وہ اپنے دل کو پاکیزہ اور صاف ستھرا رکھے۔ اب دل کو پاکیزہ اور صاف ستھرا بنانے کے عقلا دو ہی طریقے ممکن ہیں ایک وہ جو وحی الہی اور الہامات کی روشنی میں ہو اور دوسرا وہ جو صرف عقل کی بنیاد پر ہو۔ سب ادیان دل کی طہارت اور تزکیہ نفس کی ترغیب و تعلیم دیتے ہیں لیکن ان میں سے صرف اسلام ہی واحد دین ہے جس کی ساری تعلیمات وحی الہی پر مبنی ہیں ان ہی تعلیمات کی روشنی میں اولیاء کرام نے باطن کی صفائی کے اصول و ضوابط اور طور طریقے مقرر کیے جو تصوف کے نام سے مشہور ہوئے۔ چنانچہ تصوف اسلامی تعلیمات میں ایک اہم روحانی جہت ہے، جس کا تعلق باطن کی اصلاح، قلب کی صفائی، تہذیب اخلاق اور قرب الہی کے حصول سے ہے۔

تصوف کا لغوی و اصطلاحی معنی

لغوی معنی:

تصوف باب تفعل سے ہے، اصل مادہ ص، و، ف ہے اور اس سے صوف بنتا ہے، صوف کا معنی ہے اون۔[1]

معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ میں تصوف کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے کہ:

تصوف يتصوف تصوفا فهو متصوف : "تصوف الشخص صار صوفيا واتبع سلوك الصوفية و حالاتهم۔"
2۔لبس الصوف۔[2]

"تصوف الشخص: کا معنی ہے کہ آدمی صوفی بن گیا اور صوفیاء کے طریقوں اور انکے احوال کی پیروی کرنے لگ گیا۔"

"تصوف الشخص: کا دوسرا معنی ہے کہ آدمی نے اونی لباس پہن لیا۔"

تصوف کا معنی المعجم الوسیط میں صوفی ہونا بھی ہے:

"(تصوف): فلان صار من الصوفية"۔

"تصوف کا معنی ہے کہ فلاں آدمی صوفیاء میں سے ہو گیا۔"

(التصوف) طريقة سلوكية قوامها التقشف و التحلي بالفضائل لتزكو النفس وتسمو الروح۔[3]

"تصوف ایسے طریقے کو کہتے ہیں جس کی بنیاد عاجزی، سادگی اور اعلیٰ صفات سے متصف ہونا ہے کہ نفس پاک ہو اور روح بلند ہو۔"

معجم لغۃ الفقہاء میں بھی تصوف کا معنی صوفی بننا ہے:

"التصوف مصدر تصوف اذا صار صوفيا۔"[4]

"التصوف تصوف کا مصدر ہے اس کا معنی ہے جب آدمی صوفی بن گیا۔"

یعنی تصوف کے معنی میں صوفی بننے کے معنی پایا جاتا ہے۔

عربی سے اردو زبان کی سب سے بڑی لغت **القاموس الوحید** میں تصوف کا معنی صوفی بننا اور ان جیسے اخلاق اختیار کرنا ہے۔ اسی سے پھر لفظ تصوف نکلا ہے:

"تصوف: (1) صوفی بننا (2) صوفیوں کی طرح رہنا، ان جیسے اخلاق اختیار کرنا۔"

"التصوف: ایک سلوکی طریقہ جس کا مدار زندگی کی سادگی، موٹا چال چلن، اخلاقی اور روحانی بلندی پر ہوتا ہے۔"[5]

المورد عربی سے انگلش ڈکشنری میں تصوف کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے کہ

"To be or become a Sufi or a mystic[6]."تصوف

"تصوف کا معنی ہے کہ صوفی بننا۔"

ان تمام لغوی تعریفات سے پتہ چلا کہ تصوف کا لغوی معنی "صوفی بننا" "صوفیہ کے طریقوں پر چلنا" "صوفیوں کی طرح رہنا اور ان جیسے اخلاق اختیار کرنا۔

تصوف کا اصطلاحی معنی:

التعریفات میں علامہ سید شریف جرجانی تصوف کا اصطلاح معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ

"التصوف: الوقوف مع الآداب الشرعية ظاہرا، فيرى حكمها من الظاہر فی الباطن، وباطنا فيرى حكمها من الباطن فی الظاہر، فيحصل للمتادب بالحكمين كمال۔"[7]

---

[1] کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ناشر: ادارہ اسلامیات، لاہور- کراچی، سن: 2001 . باب الصاد، ص: 952

[2] عمر، احمد مختار، معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ، ناشر: عالم الکتب، قاہرہ، مصر، سن: 2008. ص: 1336

[3] ناصر سید احمد و آخرون، المعجم الوسیط، جلد: اول، ناشر: داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن: 2008 . باب: الصاد، ص: 529

[4] محمد رواس قلعجی- حامد صادق قنیبی، معجم لغۃ الفقہاء، ناشر: دار النفائس، بیروت، سن: 1988 . جلد: اول، ص: 133

[5] کیرانوی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ناشر: ادارہ اسلامیات، لاہور- کراچی، سن: 2001 . باب الصاد، ص: 952

[6] البعلبکی، الدکتور روحی، المورد، ناشر: دار العلم، بیروت، سن: 1995 . باب التاء، ص: 327

[7] جرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف، التعریفات، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن: 1983 . ص: 59

"تصوف یہ ہے کہ انسان ظاہر میں شرعی آداب کی پابندی کرے، پھر ان آداب کے اثرات کو ظاہر سے باطن میں دیکھے اور باطن میں بھی ان آداب شرعی کا خیال رکھے، پھر ان کے اثرات کو باطن سے ظاہر میں دیکھے، یوں جو شخص دونوں پہلوؤں میں ان آداب کی پاسداری کرتا ہے، وہ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔"

اسی طرح وہ تصوف کی مزید وضاحت یوں بیان کرتے ہیں:

"التصوف: مذهب كله جد، فلا يخلطونه بشيء من الهزل"۔[8]

"تصوف ایک ایسا طریقہ ہے جو سراسر سنجیدگی اور وقار پر مبنی ہے اس میں مذاق اور کھیل کود کی کوئی آمیزش نہیں کرنی چاہیئے۔"

اس تعریف سے پتہ چلا کہ تصوف شرعی آداب کی بھرپور رعایت رکھنے کا نام ہے، فضولیات، کھیل کود، رقص و سرور اور بدعات و رسومات کو تصوف کہنا یہ تصوف کے ساتھ زیادتی ہے اور ان کا چیزوں کا تصوف سے کوئی تعلق نہیں۔

کشاف اصطلاحات الفنون میں ہے کہ

"التصوف هو التخلق بالاخلاق الالهية"۔ [9]

"تصوف الٰہی اخلاق وصفات اپنانے کا نام ہے۔"

اس تعریف سے پتہ چلا کہ تصوف حقیقت میں اچھی صفات اپنانے کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم ہو جاتا ہے اور اسکی روح پاکیزہ بنتی ہے۔ اور وہ ایک باکردار بااخلاق باصفا انسان بن کر زندگی گزارتا ہے۔

لفظ "تصوف" کا پس منظر

ابتدائے اسلام میں تصوف کا لفظ نہیں تھا مگر تصوف کا عملی پہلو تزکیہ، احسان کے نام سے موجود تھے اور اب تصوف ایک اصطلاح بن چکی ہے جو کہ فن تزکیہ واحسان پر بولی جاتی ہے، ایک مشہور قاعدہ ہے "لا مشاحة في التسمية و الاصطلاح" [10] کہ کسی بھی چیز کا کوئی نام رکھنے میں اور اصطلاح مقرر کرنے میں کوئی جھگڑا نہیں آپ کوئی بھی اصطلاح اپنے لیے رکھ سکتے ہیں جیسا کہ علم التفسیر اور اسکی اقسام کے نام، اسی طرح علم الحدیث اور اسکی اقسام کے نام، علم المعانی، علم الصرف والنحو، علم اللغۃ، علم الفقہ وغیرہ۔

مجموع الفتاویٰ میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صوفیہ کا لفظ قرون ثلاثہ میں مشہور نہیں تھا یہ قرون ثلاثہ کے بعد مشہور ہوا ہے۔ اور اسکا استعمال بڑے بڑے ائمہ نے کیا ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل، امام سلیمان الدارانی،، امام سفیان ثوری، امام حسن بصری رحمھم اللہ۔ [11]

اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی ہجری سے تصوف کا لفظ استعمال ہوتا آیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ کا یہ کہنا کہ لفظ تصوف کا استعمال قرون ثلاثہ میں نہیں ہوا پھر امام احمد بن حنبلؒ اور امام سفیان ثوریؒ اور امام حسن بصریؒ کا ذکر کیا کہ انہوں نے یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس سے پتہ چلا کہ قرن ثالث میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے کیونکہ یہ سارے ائمہ قرن ثالث کے ائمہ ہیں۔ لہذا جس طرح دیگر علوم وفنون کے ناموں میں کوئی مضائقہ شمار نہیں کیا گیا تو لفظ تصوف کے استعمال پر قدغن نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ بھی ایک فن ہے جس طرح فن تفسیر ہے فن حدیث ہے فن صرف ونحو وبلاغت ہے۔ پھر جس فن کا جو ماہر ہے وہی اس فن کی مبادیات واصول طے کرتا ہے لہذا جنہوں نے اپنی زندگی تصوف کے فن میں گزاری تو انہوں نے ہی اس کی مبادیات واصول وضوابط طے کیے۔

صوفی کی وجہ تسمیہ

کشف المحجوب میں خواجہ علی بن عثمان ہجویریؒ لکھتے ہیں کہ "صوفی کسی سے مشتق نہیں، کیونکہ صوفی وہ ہے جس نے غیر اللہ سے نظر ہٹالی ہو یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی نظر ہٹا کر صرف اللہ تعالیٰ کی ذات میں مستغرق ہو، اسے کسی لفظ سے مشتق کرنا ٹھیک نہیں بایں وجہ کہ وہ مشتق بھی کثیف ہو گا اور صوفی لطیف ہوتا ہے نہ کہ کثیف۔"[12]

---

[8] ایضا: ص:59

[9] التھانوی، محمد بن علی الفاروقی الحنفی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم،، جلد: اول، ناشر: مکتبۃ لبنان، سن:1996 . ص:456

[10] التھانوی، محمد علی بن علی، کشاف اصطلاحات الفنون. جلد:1، ص:500

[11] شیخ الاسلام، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، مجموع الفتاویٰ، کتاب التصوف،، ناشر: مجمع الملک فہد، المدینۃ، سن 1995 . جلد:11, ص:5

[12] ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، سن:2010 . ص:83-84

شیخ ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ "صفا کدر کی ضد ہے، کدر انسانی صفات میں شامل ہے۔ صحیح معنوں میں صوفی وہ ہے جو کدر یعنی کثافت سے دست بردار ہو جائے۔ اس پر قرآن کریم سے نساء مصر کی دلیل دی کہ انہوں جب جمال یوسف کو مشاہدہ کیا تو بشریت کے ہوتے ہوئے وہ روحانیت میں محو ہو گئیں یہاں تک کہ غلبہ سفلی سے آگے نکل کر ان کی نظر حضرت یوسف علیہ السلام سے ہٹ کر فنائیت انسانیت کی طرف چلی گئی اور پکار اٹھیں:

(مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ)[13]

یہ انسان تو ہر گز نہیں، یہ تو یقینا کوئی بہت بزرگ فرشتہ ہے۔

انکا اشارہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف تھا اور در حقیقت بیان اپنی کیفیت کا تھا۔ اسی لیے مشائخ رحمھم اللہ نے فرمایا:

" ليس الصفا مين صفات البشر لان البشر من المدر والمدر لا يخلو من الكدر"

یعنی صفا انسانی صفات میں سے نہیں کیونکہ بشر مٹی سے بنا اور مٹی میں کدر یعنی کثافت ہوتی ہے نہ کہ لطافت۔ اور فرماتے ہیں کہ صوفی کا لفظ کامل اور محقق طور پر اولیاء کرام پر ہی صادق آتا ہے، مشائخ میں سے کسی نے کہا کہ:

" من صفاه الحب فهو صافي ومن صفاه الحبيب فهو صوفي"

کہ جو محبت کے ساتھ مصفا ہوا وہ صافی ہے، اور جو دوست میں محو و مستغرق ہو اور غیر دوست سے بری وہ صوفی ہے۔ لفظ صوفی کسی اور لفظ سے مشتق نہیں۔ کیونکہ تصوف کا مقام اس تکلف سے بالاتر ہے، اشتقاق کے لیے جنس کی ضرورت ہوتی ہے، موجودات کی ہر چیز کثیف ہے اور صفا کی ضد ہے، اور کوئی چیز اپنی ضد سے مشتق نہیں ہو سکتی۔"[14]

لہذا شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ صوفی کو کسی سے مشتق نہیں مانتے بلکہ وہ اسکے حقیقت حال کے معنی کو اصل معنی قرار دیتے ہیں۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ایک **قول** یہ ہے کہ یہ اسماء النسب میں سے ہے جیسا کہ قرشی، مدنی، مکی، حجازی وغیرہ ہیں۔ لیکن اب یہ کس طرف منسوب ہے اس پر متعدد اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ یہ **اہل صُفہ** کی طرف منسوب ہے اس پر اشکال ہوتا ہے کہ صُفہ کی وجہ سے **صُفی** ہونا چاہیے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ **صف اول** کی طرف منسوب ہے کہ صوفیہ قیامت کے دن پہلی صف میں ہوں گے اس پر بھی اشکال ہوتا ہے کہ صف کی وجہ سے **صَفی** ہونا چاہیے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ یہ **صفوۃ اللہ** کی طرف منسوب ہے یعنی اللہ کے چنے ہوئے لوگ، یہ **قول** بھی غلط ہے کیونکہ پھر **صفوی** ہونا چاہئے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ صوفۃ بن مر بن ادبن طانجۃ کی طرف منسوب ہے جو زمانہ قدیم میں مکہ مکرمہ میں اپنی عبادت، زہد کی وجہ سے مشہور تھے۔ یہ **قول** اگرچہ لفظ کے اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے لیکن نسبت کے اعتبار سے صحیح نہیں کیونکہ اگر یہ قبیلہ اسلام سے پہلے سے موجود تھا تو صحابہ کرام انکی طرف اپنی نسبت کرتے جبکہ کسی صحابی نے یہ نسبت استعمال نہیں کی۔ اور جو لوگ اپنی آپ کو صوفی کہتے ہیں وہ اس قبیلہ کو جانتے تک نہیں، اور اگر انہیں پتہ چل جائے یہ زمانہ جاہلیت میں ایک قبیلہ کا نام گزرا ہے اور انکی طرف نسبت ہے تو صوفیہ اس نسبت کو پسند ہی نہ کریں۔

پانچواں قول یہ ہے کہ یہ صوف یعنی اونی لباس پہننے کی طرف منسوب ہے، صوفیہ چونکہ عاجزی، سادگی اپنانے کی خاطر صوف یعنی اونی لباس پہنتے تھے عموما لہذا صوف کی وجہ سے صوفی ہو گیا اور اسی وجہ سے انکے فن کا نام تصوف پڑ گیا۔[15]

علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ یہی آخری وجہ زیادہ معروف ہے۔

باحث کی رائے کے مطابق بھی یہی وجہ زیادہ بہتر قابل بھروسہ ہے، کیونکہ علماء میں بہت ساروں کے ساتھ جو نسبتیں لگی ہیں کہ یا تو وہ کسی پیشے کی لگی ہیں جیسا کہ امام قدوری، امام جصاص، ابن الجزار ہیں، یہ بڑے علماء تھے مگر ظاہری جو پیشہ اختیار کیا اس کے ساتھ مشہور ہوئے۔ یا کسی علاقے کی نسبت لگی ہے اور یہ تو بہت زیادہ ہے۔ جیسا بخاری، ترمذی، نیشاپوری، قزوینی، سجستانی، نسائی وغیرہ

---

[13] سورۃ یوسف: 31

[14] ہجویری، کشف المحجوب. ص: 83-84

[15] شیخ الاسلام، احمد بن عبد الحلیم بن تیمیۃ الحرانی، مجموع الفتاویٰ، ناشر: مجمع الملک فہد، المدینۃ، سن 1995 . کتاب التصوف، جلد: 11، ص: 6

لہذا صوفی بھی صوف پہننے کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ اور صوف پہننا نبی کریم سے ثابت ہے۔ صحیح البخاری میں صوف پہننے کا ذکر ہے کہ نبی کریم نے ایک غزوہ کے موقع پر اون کا جبہ پہن رکھا تھا۔[16] اسی طرح حدیث میں صوف کا لباس پہننا عاجزی، سادگی اور زہد کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔[17]

تصوف صوفیاء کی نظر میں

تصوف کی ترویج واشاعت چونکہ صوفیاء سے ہوئی ہے اس لیے صوفیاء کے اقوال سے اس کی وضاحت اور تشریح زیادہ بہتر سمجھ آسکتی ہے چند صوفیاء کے اقوال ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

قال الشیخ شہاب الدین السہروردیؒ فی عوارف المعارف: " فالفقر کائن فی ماہیۃ التصوف ، وھو اساسہ ، وبہ قوامہ"۔[18]

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فقر تصوف کی ماہیت و حقیقت میں داخل ہے، یہی تصوف کی بنیاد ہے، اسی سے تصوف کا قیام ہے۔ یعنی فقر کے بغیر تصوف کچھ نہیں۔

و قا ل الجنیدؒ:" و قدسئل عن التصوف ، فقال : ان تکون مع اللہ بلا علاقۃ"۔[19]

جنید بغدادیؒ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا، آپ نے فرمایا کہ تصوف یہ ہیکہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بلا سبب وبلا واسطہ ہو جا۔ یعنی تیرا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغیر کسی واسطے کے بن جائے یہ تصوف ہے۔

قال المعروف الکرخیؒ: "التصوف الاخذ بالحقائق، والیا س ممافی ایدی الخلائق، فلم یتحقق بالفقر لم یتحقق بالتصوف"۔[20]

معروف کرخی فرماتے ہیں کہ تصوف حقائق کو حاصل کرنے، اور لوگوں کے پاس جو کچھ ہے اس سے مایوس ہونے کا نام ہے، جو فقر کی حقیقت نہ پاسکے وہ تصوف نہیں پاسکتا۔

قال سھل بن عبداللہ التستریؒ: "الصوفی من صفا من الکدر، وامتلا من الفکر، وانقطع الی اللہ من البشر،واستوی عندہ الذہب و المدر"۔[21]

سہل بن عبد اللہ تستری نے فرمایا کہ صوفی یہ ہے کہ جس نے اپنے من کو گندگیوں سے پاک کرلیا۔ فکر وغم آخرت سے اپنے آپ کو بھر لیا، لوگوں سے تعلق ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا، اور اسکے ہاں سونا اور مٹی برابر ہو گئے۔

"و سئل بعضھم عن التصوف فقال: تصفیۃ القلب عن موافقۃ البریۃ، ومفارقۃ الاخلاق الطبیعیۃ ،و اخماد صفات البشریۃ، ومجانبۃ الدواعی النفسانیۃ، ومنازلۃ الصفات الروحانیۃ، و التعلق بعلوم الحقیقۃ، و اتباع الرسول فی الشریعۃ"۔[22]

بعض صوفیاء سے تصوف بارے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ تصوف دل کو مخلوق کی موافقت سے صاف کرنے، طبعی برے اخلاق کو چھوڑنے، انسانی بشری مذموم صفات کو مٹانے، نفسانی خواہشات سے اجتناب کرنے، روحانی صفات اپنانے، حقیقت کے علوم حاصل کرنے اور رسول اللہ کی شریعت میں اتباع کرنے کا نام ہے۔

قال عمرو بن عثمان المکیؒ:" التصوف ان یکون العبد مشغولا فی کل الوقت بما ھو اولی فی الوقت"۔[23]

عمرو بن عثمان المکی نے کہا کہ تصوف یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اس کام میں مشغول ہو جو اس وقت میں سب سے زیادہ بہتر ہو۔

قال بعضھم: "التصوف اولہ علم، واوسطہ عمل، وآخرہ موہبۃ من اللہ"۔[24]

بعض اہل تصوف نے کہا کہ تصوف کا پہلا مرحلہ علم ہے، درمیانہ مرحلہ عمل ہے اور آخری مرحلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے۔

قال الشیخ شہاب الدین السہروردیؒ : " واقوال المشائخ فی ماہیۃ التصوف تزید علی الف قول"۔[25]

---

[16] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ناشر: دار طوق النجاہ، بیروت، سن: 1422 ہجری. باب لبس جبۃ الصوف فی الغزو، حدیث: 5799

[17] الحاکم، محمد بن عبد اللہ المعروف بابن البیع، المستدرک علی الصحیحین، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن: 1990. حدیث: 204

[18] السہروردی، ابو حفص عمر شہاب الدین، عوارف المعارف، الباب الخامس فی ذکر ماہیۃ التصوف، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، القاہرۃ، ص: 201

[19] ایضا، ص: 201

[20] ایضا، ص: 201

[21] السہروردی، عوارف المعارف, ص: 201

[22] ایضا، ص: 201

[23] السہروردی، عوارف المعارف، ص: 201

[24] ایضا، ص: 201

[25] السہروردی، ابو حفص عمر شہاب الدین، عوارف المعارف، الباب الخامس فی ذکر ماہیۃ التصوف، ناشر: مطبعۃ السعادۃ، القاہرۃ. ص: 201

شیخ شہاب الدین سہروردی نے کہا کہ تصوف کی حقیقت اور اسکی وضاحت کرنے میں مشائخ کے اقوال ایک ہزار سے زائد ہیں۔

قال جنیدؒ : "التصوف مبنی علی ثمان خصال : (1) السخاء (2) والرضاء(3)والصبر (4) و الاشارۃ(5)الغربۃ(6) ولبس الصوف(7) والسیاحۃ (8) والفقر اما السخاء فلابراہیم واما الرضاء فلاسماعیل و اما الصبر فلایوب واما الاشارۃ فلزکریا واما الغربۃ فلیحیٰی واما لبس الصوف فلموسیٰ واما السیاحۃ فلعیسیٰ واما الفقر فلمحمد اجمعین"۔[26]

جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ "تصوف آٹھ خصائل پر مبنی ہے سخاوت، رضا، صبر، اشارہ، غربت، اون پہننا، سیاحت، فقر۔ بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خاص صفت مہمان نوازی اور سخاوت تھی، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر جان عزیز پیش کر دی، حضرت ایوب علیہ السلام اپنی بیماری میں صبر کے پیکر رہے، حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین دن اشارہ میں بات کرنے کا حکم دیا، حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنی قوم میں بیگانہ رہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اون کا لباس پہنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی راہ میں خوب چلے، اور کچھ بھی ساتھ نہ رکھتے تھے، حضرت محمد فقر کے بادشاہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خزانوں کی چابیاں پیش کیں احد پہاڑ کو سونے کا بنانے کی پیشکش کی مگر نبی کریم نے فقر کو اختیار کیا"۔

ان اقوال کی روشنی میں پتہ چلا کہ تصوف علم کے بغیر، نبی کریم کی اتباع کے بغیر، حقائق کو جھٹلانے کے ساتھ، صفات مذمومہ کو اپنانے اور صفات حسنہ کو چھوڑنے کے ساتھ ممکن نہیں۔ لہذا تصوف کی امہات الکتب میں تصوف کی ماہیت حقیقت اور تصوف کی توضیح اور تشریح دیکھی جائے تو یہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تصوف ایک مومن کو بلند پایہ، باکردار زندگی گزارنے کی ترغیب دیتا ہے بلکہ صوفیاء کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی ہے کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی کریم کی اتباع مد نظر رہے۔

اس ساری تفصیل سے تصوف بارے اتنی وضاحت ہوگئی کہ تصوف کوئی اجنبی یا دین اسلام سے جدا کوئی مذہب نہیں۔ بلکہ اسلامی فکر و فلسفہ پر مبنی ایک لائحہ عمل ہے جو انسان کی اندرونی زندگی کو پاک صاف اور بیرونی زندگی کو بہتر اور احسن بنانے کی ترغیب دیتا ہے۔

غلام احمد پرویز نے اپنی کتاب "تصوف کی حقیقت" میں چونکہ عمومی طور پر عقلی دلائل دیئے ہیں اور انہی دلائل کی بنیاد پر تصوف کا انکار کیا گیا ہے، تیسرے باب "تصوف قدیم مذاہب میں" میں انہوں نے مختلف پوائنٹس ذکر کیے، مثلاً تصوف کسی نہ کسی صورت میں دنیا کی ہر قوم میں پایا جاتا ہے، یہودیوں میں بھی، نصاریٰ میں بھی، ہندوؤں میں بھی، یونانیوں کے ہاں بھی، اور یہ کہ اسکی کوئی جامع تعریف نہیں، بلکہ یہ مخصوص کیفیات پر مشتمل ہے جسے روحانیت کا نام دے دیا جاتا ہے۔ درج ذیل میں ان نکات کا تجزیہ ذکر کیا جاتا ہے تاکہ دیگر مذاہب کے ہاں انسانی روح کی پاکیزگی کے طریقے سامنے آسکیں۔

تصور تصوف کی صورتیں

یہودی تصوف (روحانیت)

یہودی مذہب ایک آسمانی مذہب ہے اور اس وقت کے آسمانی مذاہب میں سب سے قدیم مذہب ہے، مگر اس کی تعلیمات محفوظ نہیں۔ کیونکہ توراۃ کے اندر تحریف ہو چکی ہے جسکی گواہی قرآن کریم نے دی۔ قال اللہ تعالیٰ:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ[27]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ (یہودی) کلام کو اس جگہوں سے ہٹا دیتے ہیں۔

یہود کے ہاں تصوف حضرت حزقیل علیہ السلام کی رؤیا ہیں جن میں مرکبہ کا ذکر آتا ہے اور آسمان کی سیر کا ذکر ملتا ہے۔

لہذا تعلیمات محفوظ نہ ہونے کی وجہ سے اصل حقائق تک پہنچنا مشکل ہے مگر توراۃ سے جو کہ محرف شدہ یہود کی آسمانی کتاب ہے سے روحانی بنیادی تعلیمات ذکر کرنا چاہوں گا تاکہ یہودی روحانیت (تصوف) ہمارے سامنے آسکے۔

تصوف کی اصطلاح تو اسلام آنے کے بعد کی ہے مگر وہ روحانی باتیں جو تصوف میں موجود ہیں اور قریب قریب یہودی مذہبی کتب میں بھی موجود ہیں درج ذیل ہیں۔ کیونکہ دونوں کا مطمح نظر اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل کرنا ہے بلکہ سارے مذاہب و ادیان جب اپنے روحانی پہلو کو ذکر کرتے ہیں تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ وہ ایک خدا کا قرب حاصل کریں۔

---

[26] ہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب، ناشر: مکتبہ ضیاء القرآن، لاہور، سن: 2010 . ص: 89-90

[27] سورۃ النساء، :46

یہودی تصوف اور اسلامی تصوف میں چند مشترکہ امور

1۔ توحید

توراۃ کا بنیادی عقیدہ توحید ہے:

"Hear, O Israel: The LORD our God, the LORD is one. Love the LORD your God with all your heart and with all your soul and with all your strength."[28]

"اے اسرائیل! سن، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ محبت کر خداوند سے جو تمہارا خدا ہے، اپنے پورے دل کے ساتھ، اپنی پوری روح کے ساتھ، اپنی پوری قوت کے ساتھ۔"

یہ تعلیم اسلامی تصوف کے اس نظریہ سے مشابہ ہے جسے وحدت الوجود کہا جاتا ہے یعنی تمام کائنات میں حقیقی موجود بغیر کسی سبب کے صرف اللہ تعالیٰ ہیں، باقی سب اسکی تجلی کا فیض ہے، اسی نے بنایا ہے اور وہ فنا بھی کر دے گا۔ قرآن کریم میں آتا ہے:

(قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ)[29]

کہہ دیجیے وہ اللہ یکتا ہے۔"

(كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَه)[30]

"ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے سوائے اسکے چہرے (ذات) کے۔"

پہلی آیت میں توحید کی گواہی ہے۔ یکتا و تنہا وہی اللہ ہے۔

دوسری آیت وحدت الوجود کی صریح دلیل سمجھی جاتی ہے، کہ جب ہر چیز فانی ہے اور صرف اللہ تعالیٰ باقی ہے تو حقیقتاً باقی بھی وہی ہے اور موجود بھی وہی ہے اور یہ سب کائنات اسکا پرتو ہے۔[31]

تصوف میں یہی حقیقت بندے کے دل میں راسخ کی جاتی ہے کہ وہ ہر شے میں الٰہی نور دیکھے اور ہر چیز کے فانی ہونے اور اللہ تعالیٰ کے لافانی ہونے کا عقیدہ ہر وقت اپنے سامنے رکھے تاکہ اسے اپنی ہستی اور پوری کائنات نیست محسوس ہو۔

2۔ تزکیہ نفس اور پاکیزگی

توراۃ میں کئی جگہوں پر تزکیہ نفس کی ترغیب دی گئی، توراۃ سے ایک اقتباس درج ذیل ہے:

"Speak to all the congregation of the people of Israel and say to them, you shall be holy, for I the LORD your God am holy."[32]

بنی اسرائیل کی ساری جماعت سے کہو کہ تم پاک رہو، میں خداوند جو تمہارا خدا ہے پاک ہوں۔ اسلامی تصوف تو اصل میں ہے ہی تزکیہ نفس، اگر تزکیہ نفس نہیں ہو گا تو روح کیسے پاکیزہ ہو گی. قرآن کریم میں ہے:

(قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا)[33]

"تحقیق کامیاب ہو گیا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو پاک کر لیا۔"

3۔ مجاہدہ و ریاضت نفس

توراۃ میں ہے:

---

[28] The Holy Bible, Deuteronomy, 6:4 New international version, Biblica / Zondervan, 2011

[29] سورۃ الاخلاص:1

[30] سورۃ القصص:88

[31] الشاہ اسماعیل الدھلوی، عبقات، ص:78، ناشر: المجلس العلمی کراچی، سن 1380 ھجری

[32] The Holy Bible, Leviticus, 19:2, New International Version, Biblica / Zondervan, 2011

[33] سورۃ الشمس:9

"Moses was there with LORD forty days and forty nights without eating bread or drinking water."[34]

"موسیٰ (علیہ السلام) وہاں (کوہ طور) پر اپنے خداوند کے ساتھ چالیس دن اور چالیس راتیں رہے، نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔" اور قرآن کریم میں آتا ہے کہ

(وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا)[35]

"اور جو لوگ ہمارے (راستے) میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنے راستوں کی طرف ہدایت دیں گے۔"

مجاہدہ و ریاضت تصوف میں ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ قرب الٰہی کے سارے درجات مجاہدے و محنت و کوشش سے مشروط ہیں۔ صرف سوچنے اور تمنا کرنے سے کوئی بھی درجہ حاصل نہیں ہوتا بلکہ ایسے شخص کو بے وقوف ہی شمار کیا جاسکتا ہے جو کوئی محنت مشقت نہ کرے اور جنت میں جانے کی تمنا لگائے بیٹھا رہے۔

اس مختصر تفصیل سے اتنی بات معلوم ہوئی کہ یہودی مذہب اور اسلامی تصوف کے ہاں روحانیت کے کئی مشترکات پائے جاتے ہیں۔

یہودی تصوف (روحانیت) کی صورتیں

یہودی روحانیت چونکہ محفوظ آسمانی تعلیمات پر مشتمل نہیں اسلیے یہودی روحانیت (تصوف) کی عملی صورتیں بعض ایسی اشکال پر مشتمل ہیں جن کا تزکیہ نفس سے دور دور کا واسطہ نہیں چونکہ یہود اسے اپنی روحانی تعلیمات قرار دیتے ہیں اسلیے ان صورتوں کو بھی یہاں ذکر کیا جائے گا۔

یہودی تصوف کے ماہرین عام طور پر روحانی اسرار و رموز کی سات صورتیں بیان کرتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ نبوی تصوف– Prophetic Mysticism

یہودی تصوف کی قدیم ترین صورت جو بائبل کے انبیاء (جیسے حزقائیل) کے وجدانی اور خوابوں پر مبنی تجربات میں پیوست ہے، اور شدید ارتکاز کے ذریعے الہیٰ قرب پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔[36]

یہ صورت اسلامی تصوف میں انبیاء کرام کی ابتدائی کیفیات کے قریب قریب ہے، جب وہ وحی یا الہام کے ذریعے عالم بالا سے براہ راست رابطہ قائم کرتے تھے، یہ ایسا ہی ہے جیسے نبی کریم کو معراج یا قبل از نبوت غار حرا میں جو وجدانی و رؤیائی تجربات ہوئے جہاں نبی کریم کئی کئی دن غار میں رہتے اور غور فکر کرتے رہتے۔

2۔ مکاشفاتی تصوف–Apocalyptic Mysticism

"In the book of watchers, the relation between heaven and earth is quite different.".[37]

واؤچرز کی کتاب میں ہے کہ زمین اور آسمان کا تعلق بلکل ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

اس کتاب میں یہاں مکاشفاتی تصوف بیان کیا گیا، کہ زمین کے اوپر بھی ہیکل ہے اسی طرح آسمان کے اوپر بھی ہے۔ زمین کی ہیکل یہودیوں نے اپنے ناپاک اعمال کی وجہ سے گندی کر دی مگر آسمان والی صاف ہے۔

اسکا موازنہ اسلامی تصوف کی ان شاخوں سے کیا جاسکتا ہے جو کشف، الہام، علامات قیامت، جنت و جہنم کے مراتب، اور ملائکہ کی درجہ بندی جیسے امور پر بحث و مباحثہ کرتی ہیں۔

3۔ مرکاوا–مرکبہ تصوف–Merkavah– Merkabah Mysticism

"On the other hand, these same hymns are the ones the mystic is instructed to recite before and during his ecstatic ascent to heaven (which, in a very curious and so far, unexplained change of phraseology, is always referred to in this text as a descent into the Merkabah). The hymns describe, in a plethora of solemn phrases, the spirit of majesty and solemnity that permeates

[34] The Holy Bible, Exodus, 34:28, New International Version, Zondervan, 2011

[35] سورۃ العنکبوت:69

[36] زوہیب احمد، مترجم، مطالعہ یہودیت، ص:224، ناشر: فروغ زبان پبلشرز، لاہور، سن: 2021

[37] Martha Himmelfrab, Ascent to Heaven in Jewish and Christian Apocalypses, (Oxford University Press, 1993), P:22

the heavenly realm, "the Palaces of Silence" in which God's Shekhinah dwells, and express, too, the ideas of the writers about the many different angelic hosts and their part in the celestial liturgy".[38]

یہی نظمیں دوسری طرف وہی ہیں جنہیں عارف (صوفی / سالک) کو آسمان کی جانب اپنی وجدانی اور روحانی معراج سے پہلے اور اس کے دوران پڑھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔(اور یہ بات نہایت عجیب اور ابھی تک غیر واضح ہے کہ اس متن میں اس روحانی عروج کو ہمیشہ مرکبہ کی طرف نزول کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔) یہ نظمیں نہایت باوقار اور عظمت سے بھرپور جملوں کے ساتھ اس روحانی فضا کی کیفیت بیان کرتی ہیں جو آسمانی دینا میں پائی جاتی ہے۔وہ "خاموشی کے محلات" جن میں خدا کی شخینہ سکونت پذیر ہے۔ان میں لکھنے والوں کے خیالات بھی بیان ہوتے ہیں کہ مختلف فرشتہ جماعتیں کون سی ہیں، انکے مراتب کیا ہیں، اور وہ آسمانی عبادت اور تسبیح میں کس طرح حصہ لیتی ہیں۔"

یہ تصوف روح کے آسمانی و جنتی محلات (ہیکھالوت) سے ہوتے ہوئے عروج پر مرکوز تھا تاکہ الہیٰ سواری (مرکاوا) اور جلال کے تخت کا مشاہدہ کیا جاسکے۔یہ اسلامی تصوف میں سالک کے روحانی معراج یا سیر وسلوک کے مقام سے مماثل ہے۔جہاں شدید وجدانی کیفیت میں حجات اٹھتے ہیں۔

4۔حسیدی اشکناز (جرمنی پرہیز گار)–Chasidei Ashkenaz (Pietists)

"The Hasidei Ashkenaz placed specific emphasis on ascetic renunciation and ethical discipline. Fasts, abstinence, physical pain and discomfort, even valorization of martyrdom were all considered as tools to enable mystical imagination and illumination, especially in the form of visualization of the Shekhinah or Divine Presence. Many scholars believe that the tribulations of the Crusades and the ascetic practices of the surrounding Christian monastic communities had an impact on the particular form of religious and mystical piety of the Hasidei Ashkenaz.".[39]

حسیدی اشکناز (جرمن پرہیز گاروں) نے ترک دنیا اور اخلاقی ضبط و تہذیب پر خاص زور دیا۔روزے، پرہیز گاری، جسمانی ریاضت و مشقت، حتی کہ شہادت کو قابل قدر سمجھنا بھی–یہ سب ایسے ذرائع سمجھے جاتے تھے جو روحانی خیالات اور باطنی انکشاف کو ممکن بناتے ہیں، خصوصا شیخینہ (الہی حضوری) کے مشاہدے یا اس کی تجسیم کی صورت میں۔بہت سارے محققین کا خیال ہے کہ صلیبی جنگوں کی آزمائشوں اور ارد گرد موجود عیسائی راہبانہ خانقاہوں کی زاہدانہ روش نے حسیدئ اشکناز کی اس مخصوص مذہبی و صوفیانہ دینداری کی تشکیل پر گہرا اثر ڈالا ہے۔یہ قرون وسطیٰ کی ایک یہودی صوفی تحریک تھی جو بہت زیادہ زہد، خوب عبادت و دعا، اخلاقی پاکیزگی، اور خدا کے ناموں کی صوفیانہ طاقت کو سمجھنے پر زور دیتی تھی۔

یہ قرون وسطیٰ کے اسلامی تصوف میں پابند شریعت صوفیاء کے طرز عمل سے ملتا ہے جو ریاضت، نفس کشی، اور شریعت کی مکمل پابندی پر زور دیتے ہیں، اور ذکر اسمائے الہی سے اپنی باطنی کیفیات کو بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔

5۔قبالہ–Kabbalah

"The best-known portion of Kabbalah is called Zohar……. The origin of the word "kabbalah" is from the Hebrew qibel, meaning "to receive." The 70 Elders in Israel constituting the Sanhedrin, the highest of all councils, which held its deliberations within the precincts of the Temple in Jerusalem, according to an ancient tradition received their esoteric information from a school of angels in Paradise whose representatives on earth these 70 wise men considered themselves to be".[40]

قبالہ کا سب سے زیادہ معروف حصہ "زوہر" کہلاتا ہے۔لفظ "قبالہ" کی اصل عبرانی لفظ "قبل" ہے جس کے معنی ہیں: "وصول کرنا" "حاصل کرنا"۔اسرائیل کے 70 بزرگ جو سنہدرین کہلاتے تھے–جو تمام کونسلوں میں سب سے اعلیٰ کونسل تھی اور اپنے اجلاس یروشلم کے ہیکل کے مقدس حصوں میں منعقد کرتی تھی–ایک قدیم روایت کے

[38] Gershom G. Scholem, Jewish Gnosticism, Merkabah Mysticism, and Talmudic Tradition, Second Ed,1965, The Jewish theological seminary of America, P: 20

[39] **Morlok, Elke. "Jewish Mysticism." Accessed March 16, 2023, 17:22. Provided by University Library Bochum (UB Bochum), P:311**

[40] Colville, W. j. Kabbalah, The Harmony of opposites, Macoy Publishing, New York, 1916, P:17

مطابق انہوں نے اپنا باطنی علم جنت میں فرشتوں کے ایک مدرسے سے حاصل کیا تھا۔ ان بزرگوں کا عقیدہ تھا کہ وہ زمین پر انہی فرشتہ اساتذہ کے نمائندے ہیں جن سے یہ مخفی علم ملا۔

قبالہ یہودی روحانی و مخفی علم ہے جو خدا، کائنات اور انسانی روح کی باطنی حقیقتوں کو سمجھنے، روحانی ترقی حاصل کرنے اور عالم کی اصلاح کرنے کا راستہ دکھاتا ہے، اس میں حروف، اعداد، نورانی سفیروت اور رمزی تعلیمات کے ذریعے روحانی بصیرت اور اخلاقی بلندی حاصل کی جاتی ہے۔ اب یہ علم زیادہ تر جادو اور سحر انگیزی اور مخالف قوتوں کو دبانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

یہ صورت اسلامی علوم میں عملیات کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں آیات و کلمات اور اذکار اسمائے الٰہی کے ذریعے مختلف روحانی مسائل حل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

عیسائی تصوف (روحانیت)

عیسائی تصوف مسیحی روایات کا ایک ایسا باطنی و روحانی پہلو ہے جو خدا کے ساتھ قربت اور اتحاد حاصل کرنے پر توجہ دیتا ہے۔ اس کی بنیاد یہ ہے کہ انسان کے اندر ایسی روحانی صلاحیت موجود ہے جو اسے خدا کی ذات کی معرفت کروا سکتی ہے۔ عیسائی تصوف کا آغاز مسیحیت کے ابتدائی دور میں ہی ہوا جب صحرائی عبادت گزار اور عیسائی راہب روحانی ریاضت اور تنہائی میں خدا کی تلاش کرتے تھے۔ اسکے بعد قرون وسطی میں صوفی گروہی تحریکیں چلیں جنہوں نے روحانی مراقبے اور دعا، خدا کی محبت میں مکمل غرق ہونا، اتحاد و یگانگت کی مکمل تصویر بننا، روحانی پاکیزگی اور اخلاقی بلندی حاصل کرنے پر بہت زور دیا، نتیجتاً عیسائی تصوف پر یہودی تصوف سے زیادہ کام ہوا مگر چونکہ خدا کے ساتھ اتحاد و یگانگت پر زیادہ زور دیتے ہیں اسلیے شرک یہود سے زیادہ ان میں نمایاں ہوا۔

عیسائی تصوف (روحانیت) کی صورتیں

درج ذیل میں باحث عیسائی تصوف کی صورتیں اصل عیسائی کتب سے بیان کرے گا تاکہ عیسائی تصوف کے خدوخال کھل کر سامنے آسکیں۔

1۔ مراقبہ و باطنی توجہ-Contemplative Mysticism

اس صورت میں خاموشی، تنہائی، ذہنی یکسوئی اور خدا کے ساتھ براہ راست روحانی تعلق پر زور ہوتا ہے۔

"In a dark night, with anxious love inflamed, O. happy lot! Forth unobserved I went, my house being now at rest. Before we enter on an explanation of these, it is right we should understand that they are the words of the sou already in the state of perfection, which is the union of love with God, when it has gone through the straits, tribulations and severities, by means of the spiritual training, of the strait way of everlasting life, by which ordinarily the soul attains to this high and divine union with God."[41]

ایک تاریک رات میں، بے قرار محبت کی آگ میں جلتے ہوئے، اے خوش نصیبی! میں چپکے سے باہر نکل گیا، جب میرا گھر سکون میں تھا۔

ان اشعار کی تشریح شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ یہ الفاظ اس روح کے ہیں جو پہلے ہی کمال کے درجے تک پہنچ چکی ہے-یعنی خدا کے ساتھ محبت کے اتحاد کی حالت میں- یہ مقام اس وقت ملتا ہے جب روح تنگیوں، آزمائشوں اور سختیوں سے گزر کر اس روحانی تربیت کے ذریعے، جو ابدی زندگی کے تنگ راستے پر چلنے سے حاصل ہوتی ہے، عام طور پر خدا کے ساتھ اس بلند اور خدائی اتحاد تک پہنچتی ہے۔

اس اقتباس میں دنیاوی تعلقات سے یکسو ہو کر خدا کی طرف روحانی سفر کا ذکر ہے جو من کی گندگیوں کو دور کر کے ہی ممکن ہوتا ہے، اور بالآخر خدا تک انسان اس مراقبے اور باطنی توجہ سے پہنچ جاتا ہے۔ درج بالا اقتباس اشعار کی تشریح ہے جو مراقبے اور باطنی توجہ سے سالک وصوفی کو حاصل ہوئے ہیں۔ اس صورت میں خاموشی، تنہائی، ذہنی یکسوئی، اور خدا کے ساتھ براہ راست روحانی تعلق پر زور ہوتا ہے۔

یہ صورت اسلامی تصوف میں مراقبہ اور وقوف قلبی کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں سالک مراقبہ کے ذریعے فیض الہیٰ اور نور الہی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

[41] ST. John of the Cross, Dark Night of The Soul, Thomas Baker, London, 1908. P:3

2۔رہبانیت– Monastic Mysticism

راہب دنیا سے ہٹ کٹ کر خانقاہ میں مقید ہو کر روحانی زندگی گزارتے ہوئے عبادت، ریاضت اور خدمت کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کرتا ہے۔

"If you want to be perfect, go and sell all you have and give to the poor, and you will have treasure in heaven and come and follow Me' (Matt. 19:21). They judge that it is more blessed to have control over one's personal wealth, and to give from this to those in need. Than to possess nothing at all. They should know. However, that they have not yet renounced the world or achieved monastic perfection as long as they are ashamed to accept for Christ's sake the poverty of the Apostle and to provide for themselves and the needy through the labor of Apostle. Having distributed their former wealth. Let them fight the good fight with Pual in hunger and thirst ..... In cold and nakedness'. (2 Cor. 11: 27)."[42]

"اگر تم کامل ہونا چاہتے ہو تو تمہارے پاس جو کچھ ہے سب بیچ ڈالو اور غریبوں کو دے دو، اور تمہارا خزانہ آسمان میں ہو گا، اور تم آکر میری پیروی کرو۔"(متی 19:21)۔ وہ لوگ یہ فیصلہ کرتے کہ اپنی دولت پر ذاتی کنٹرول رکھنا اور اس میں سے کچھ ضرورت مندوں کو دینا زیادہ باعث برکت ہے بنسبت اس کے کہ کچھ بھی نہ رکھا جائے۔ تاہم، انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ انہوں نے ابھی تک دنیا کو ترک نہیں کیا ہے اور نہ ہی رہبانیت میں کمال حاصل کیا ہے، جب تک وہ مسیح کی خاطر رسولوں جیسی غربت کو قبول کرنے سے شرماتے ہیں اور رسولوں کی محنت کے ذریعے اپنے اور ضرورت مندوں کے لیے بندوبست کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ اپنی سابقہ دولت تقسیم کرنے کے بعد، انہیں پولس (اول عیسائی راہب) کے ساتھ بھوک اور پیاس میں،۔۔ ٹھنڈ اور ننگے پن میں نیک محنت کرنی چاہئے (2 کرنتھیوں 11:27)۔

رہبانیت کا بنیادی مقصد دنیاوی تعلقات و آسائش سے قطع تعلق کر کے فقر و فاقہ و سادہ زندگی کے ساتھ خدا کا قرب حاصل کرنا۔

یہ صورت اسلامی تصوف میں زہد و فقر کے قریب قریب ہے لیکن اسلامی تصوف میں دنیا کو صرف ضرورت کے بقدر استعمال کرنا ہے اس طرح کے دنیا دل میں نہ آئے، بلکل دنیاوی علائق سے قطع تعلقی اسلامی تصوف میں جائز نہیں۔ کیونکہ یہ قرآن کریم نے ممنوع قرار دیا ہے۔

3۔تصوف حب الٰہی– Mysticism of Divine Love

خدا اور انسان کے درمیان عشق، روحانی اتحاد اور وجدانی تجربات کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کیا جاتا ہے۔

"This is a Revelation of Love, that Jesu Christ our endless blisse made in xvi. Shewings: of which, The first is of his precious crowning of thornes, and therein was conteined and specified the blessed Trinity, with the incarnation and the uniting between God and mans soul, with manie faire shewings and teachings of endeless wisdom and love: in which all the shewings that follow be grounded and joyned."[43]

یہ محبت کا ایک مکاشفہ ہے، جو ہمارے بے پایاں سرور حضرت عیسیٰ مسیح نے سولہ تجلیوں و مشاہدات کی صورت میں عطا کیا ہے۔ ان میں سے پہلا مشاہدہ انکے قیمتی تاج خار (کانٹوں کے تاج) کے بارے میں ہے، اور اسی کے اندر بابرکت تثلیث، تجسد (جسم اختیار کرنا) اور خدا اور انسانی روح کے درمیان اتحاد کو بیان اور واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی بے شمار خوبصورت مشاہدات اور لازوال حکمت و محبت کی تعلیمات بھی بیان کی گئی ہیں۔ جن پر باقی تمام آنے والے مشاہدات کی بنیاد رکھی گئی ہے، اور انہی سے وہ آپس میں مربوط بھی ہیں۔

اس اقتباس میں محبت الٰہی کا ذکر ہے کہ یہ محبت خدا کے راستے میں بے پناہ قربانیاں دے کر حاصل کی جاتی ہے۔

---

[42] The Philokalia: The Complete Text Compiled by St. Nikodimos of the Holy Mountain and St. Makarios of Corinth, trans. G. E. H. Palmer, Philip Sherrard, and Kallistos Ware, vol. 1 (London: Faber and Faber, 1979) P: 82

[43] Julian of Norwich, Revelations of Divine Love, Ballantynb, Hanson and Co, 1902, P:1

اس قسم میں شرک بلکل واضح موجود ہے مگر اسلامی تصوف میں یہی محبت کی صورت(وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ)[44] پر عمل کرتے ہوئے عشق الٰہی سے لبریز بھی ہوتی ہے اور شرک سے مبرا بھی ہوتی ہے۔

4۔ کشفی والہامی تصوف–Visionary Mysticism

اس صورت میں خواب، کشف، روحانی مناظر اور نورانی تجربات بتائے جاتے ہیں۔

"And I saw how in the center of the southern sky the of God appeared, with a human appearance, beautiful and magnificent in its mystery. The beauty and splendor of his face were such that looking at the sun would have been easier than looking at that image." [45].

اور میں نے دیکھا کہ جنوبی آسمان کے وسط میں خدا کی شبیہ ایک انسانی ہیئت میں ظاہر ہوئی، جو اپنے بھید میں خوبصورت اور شاندار تھی۔ اس کے چہرے کا حسن اور جاہ وجلال ایسا تھا کہ سورج کو دیکھنا بھی اس شبیہہ کو دیکھنے سے زیادہ آسان ہوتا۔

اس صورت میں انسانی رؤیا کا بے دریغ استعمال ہے اور اجنبی قصہ کہانی کو انسانی خواب بنا کر پیش کر دیا۔

یہ صورت اسلامی تصوف میں رؤیا صالحہ کے نام پر ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا خواب کے ذریعے انسان کو کوئی بات بتانا یا نبی کریم کا خواب میں آکر کوئی چیز بتانا موجود ہے۔ حدیث پاک میں اچھی خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔[46] اس سے شریعت اسلامیہ کے خلاف کوئی حکم یا عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا، البتہ جو دیکھتا ہے اسی پر ذاتی حیثیت میں اس بات کو ماننا جائز ہوتا ہے جو اسے شریعت کے دائرہ میں کہی گئی ہو، ورنہ اس کے لیے بھی عمل کرنا جائز نہ ہو گا۔ مثلاً خواب میں اسے بتلایا جائے کہ شراب پیو یا فلاں کو قتل کرو، یہ جائز نہیں کیونکہ یہ کام شریعت میں حرام و ممنوع ہیں۔

5۔ اخلاقی و عملی تصوف- Mysticism of Action

تصوف کی اس صورت میں خدمت خلق، غریبوں کی مدد اور ایثار و قربانی کے ذریعے روحانی بلندی حاصل کی جاتی ہے۔

"A man indeed desire that which is good, and pretend somewhat good in their words and deeds; and therefore, under the show of good, many are deceived."[47]

بے شک تمام لوگ بھلائی کی خواہش کرتے ہیں، اور اپنے الفاظ وافعال میں کسی قدر بھلائی کا اظہار کرتے ہیں؛ اور اسلیے بھلائی کے دکھاوے کے نیچے بہت سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ تصوف کی اس صورت میں اخلاقیات اور اپنے افعال و کردار کو بہتر بنانے پر بہت زور دیا جاتا ہے۔ جس کتاب سے یہ اقتباس لیا گیا ہے اس کی ہر سطر اسی طرح کے الفاظ پر مشتمل تھی۔ انتخاب کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ عیسائیت میں اخلاقیات کا درس یقیناً بہت زیادہ دیا جاتا ہے اور عیسائی اس پر فخر بھی کرتے ہیں۔ مگر دین اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر اگر وہ مطلع ہو جائیں تو انہیں پتہ چلے کہ اسلام کتنے اعلیٰ اخلاق اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے، جس میں بلکل بھی افراط و تفریط نہیں۔ اسلام اخلاق عظیمہ کی ترغیب دیتا ہے جو اخلاق کی سب سے اعلیٰ قسم ہے۔

اسلامی تصوف میں شریعت اسلامیہ میں تمام مامورات کو بجالانا اور تمام منہیات سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔ اور سب سے کامل ایمان والا وہی ہوتا ہے جو اخلاق و کردار میں سب سے اعلیٰ ہو۔

ہندو تصوف (روحانیت)

ہندو چونکہ آسمانی مذہب و کتاب نہیں رکھتے اسلیے انکی روحانیت میں آسمانی تعلیمات کی کسی بھی طرح آمیزش نہیں مگر چونکہ ہندو مذہب نے بھی روحانیت کے اوپر بھرپور توجہ دی ہے اسلیے انکی روحانیت کو بھی زیر بحث لانا ضروری ہے تاکہ آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب کی روحانیت ہمارے سامنے آسکے۔ ہندو مذہب میں روحانیت کے لیے دو لفظ

---

[44] سورۃ البقرۃ:165

[45] Hildegard von Bingen, Liber Divinorum Operum (Book of the Works of God), trans. Anna Silvas (London: Brepols, 2018), P: 5

[46] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ناشر: دار طوق النجاۃ، سن:1422 ھجری, باب المبشرات، حدیث نمبر:6990

[47] Thomas A Kempis, Imitation of Christ, Publisher: John Henry Parker, 1937, London, P: 245

استعمال ہوتے ہیں ایک "یوگا"(Yoga) جس کے معنی ہیں "جوڑنا" اسکے روحانی معنی ہیں کہ "انفرادی روح" کو "براہمن" (خدا/ مطلق حقیقت) کے ساتھ جوڑنا یا اتحاد حاصل کرنا [48]۔

دوسرا لفظ جو استعمال ہوتا ہے وہ ہے "ویدانت"(Vedanta) اسکا معنی ہے "گیان کی انتہاء" اور اسکا روحانی معنی ہے کہ وید کا آخری حصہ میں تصوف کا بیان ہے نیز ہندوؤں کے فلسفے اور دینیات کا ایک نظام جس میں ذات الٰہی پر بحث کی گئی ہے۔[49]

ہندو مذہب میں تصوف (روحانیت) کی صورتیں

ہندوستان جادو کی سرزمین تھی یہاں ہندو سادھوؤں نے قوت نفسانیہ پر اس قدر محنت کی کہ ہندو سادھو قدم قدم پر مافوق الفطرت تماشے دکھا کر لوگوں کو اپنے دام فریب میں گرفتار کر لیتے تھے اسلیے مسلمان صوفیاء کو ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و ترویج کے لیئے روحانی طاقت حاصل کرنے پر زیادہ محنت کرنی پڑی کیونکہ جب عام لوگوں کو دین اسلام کے بارے میں رہنمائی دی جاتی تو وہ کہتے کہ ہمارا بابا فلاں کرتب دکھاتا ہے تم اگر اس سے اوپر کا منظر دکھاؤ گے تو مانیں گے ورنہ نہیں۔ اسلیے برصغیر میں خاص طور پر صوفیاء کرام نے قوت نفسانیہ پر بھرپور توجہ دی، چونکہ انکی قوت ذکر الٰہی کے مراقبوں، آیات قرآنی کی عملیات اور گناہوں سے پرہیز سے حاصل کی گئی تھی اس لیے انکی روحانی قوت کے سامنے سادھوؤں کی قوت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی یہاں تک کہ صوفیاء نے سادھوؤں کی باطنی قوتوں کو اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت و مدد سے ایسے پچھاڑ دیا جس طرح محمد بن قاسم کی تلوار نے راجہ داہر اور اسکی پوری فوج کو پچھاڑ دیا تھا، تب جا کر یہاں کے لوگوں نے صوفیاء کرام کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنا شروع کیا۔ زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ لوگوں کا جھکاؤ اور بہاؤ ، معین الدین چشتی اجمیری اور نظام الدین اولیاء کی جانب ہو گیا، جو نہ صرف علم کی دنیا میں اپنا مقام رکھتے تھے، بلکہ جود و سخا میں بھی اپنے نبی کریمؐ کے متبع تھے۔ انکا در مسلم و غیر مسلم سب کے لیے بلا تعصب کھلا ہوا تھا، رات دن بھوکے آتے اور پیٹ بھر کر لوٹتے، بعض دفعہ ایک ہی برتن میں ہندو اور مسلم کھاتے۔ روتے بلکتے بچے مائیں لاتیں، اللہ والے ایک پھونک مارتے وہ مسکراتے ہوئے واپس جاتے، ہر مذہب والے کو بلا تعصب سورہ فاتحہ کا ورد دیا جاتا جو ہندو اور مسلم سب کے لیے یکساں مفید ہوتا، اس حکیمانہ طریقہ کار کا نتیجہ تھا کہ نظام الدین اولیاء نے 90 ہزار کے لگ بھگ ہندو مسلمان کیے جبکہ خواجہ معین الدین چشتی نے 9 لاکھ کے لگ بھگ ہندوؤں کو اسلام کے نور سے منور کیا۔ یہ صوفیاء کرام کی برصغیر میں اسلام کی ترویج و تبلیغ کے لیے خدمات ہیں جو سنہرے الفاظ میں یاد رکھی جائیں گی۔[50]

1۔ بھکتی یوگا-Bhakti Yoga

اس صورت میں سالک خدا کے لیے مکمل محبت، عاجزی، عبادت کا اعلیٰ تعلق اختیار کرتا ہے، اس میں مناجات، دعائیں اور دیوتا (خدا) کے ساتھ پیار کرنا شامل ہے، یہ ہندو روحانیت کا مشہور طریق ہے۔ اس میں توحید و اصلاح پر بھرپور توجہ دی جاتی ہے۔ درج ذیل اقتباس اس حوالے سے اہم ہے۔

"For these scholars, the inextricable connection between monotheism and reform had both theological and social significance in terms of the development of Indian culture. Equally important were the ways in which these scholars could identify with the ideals of monotheism and reform."[51]

ان محققین کے لیے، توحید اور اصلاح کے درمیان مضبوط تعلق کی ہندوستانی ثقافت کی ترقی کے حوالے سے مذہبی اور سماجی دونوں طرح کی اہمیت تھی۔ اسی طرح وہ وجوہات بھی اہم تھیں جن کی بنا پر یہ محققین توحید اور اصلاح کے ان نظریات سے خود کو جوڑ سکتے تھے۔ اسی طرح ایک اور کتاب میں اس یوگا کی تفصیل بڑے اچھے انداز میں کی گئی ہے جو کہ درج ذیل ہے۔

---

[48] Yoga, "Cambridge Dictionary, accessed November 12, 2025,". Link is below
https://dictionary.cambridge.org/dictionary/english/yoga

[49] Vedant, "Rekhta Dictionary, accessed November 12, 2025,". Link is below.
https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-vedaant?lang=ur

[50] ڈار، محمد حنیف، ہند اسلام اور تصوف، ویب سائٹ: ماہنامہ سوئے حرم، شمارہ اگست 2020، لنک درج ذیل ہے
https://suayharam.com/articles/730

[51] Karen Pechilis Prentiss, The Embodiment of Bhakti, Part:1(Image of Bhakti), Oxford University Press, 1999. P:13

"The essence of Bhakti Yoga is intense love of God, characterized by constant remembrance and an unconditional desire to serve God in both mortal and celestial realms. On this path, devotion is its own reward, and the practitioner renounces all other desires, even the desire for moksha, liberation. All desires and emotions are directed toward God and the devotee loves God with as much intensity as others might love sense pleasures or worldly possessions. In brief, the devotee rests his/her mind and heart in God and consecrates all actions in service of God."[52]

بھکتی یوگا کا جوہر خدا کی شدید محبت ہے، جس کی نمایاں خصوصیات مسلسل یاد اور فانی واخروی دونوں جہانوں میں بغیر کسی شرط کے خدا کی خدمت کا جذبہ ہے۔ اس راستے پر، عقیدت خود اپنی جزا ہے اور سادھو (سالک) نجات کی خواہش سمیت، تمام دیگر خواہشات کو ترک کر دیتا ہے، تمام خواہشات وجذبات خدا کی طرف موڑ دیے جاتے ہیں، اور عقیدت مند خدا سے اتنی شدت سے محبت کرتا ہے جتنی شدت سے دوسرے لوگ حسی لذتوں یا دنیاوی مال واسباب سے محبت کرتے ہیں۔ مختصرا، عقیدت مند (سالک) اپنے دل و دماغ خدا میں بسا دیتا ہے، اور اپنے اعمال کو خدا کی خدمت میں وقف کر دیتا ہے۔

یہ صورت اسلامی تصوف میں فنا فی اللہ کے عنوان سے موجود ہے کہ سالک سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرگرداں رہتا ہے اور اسے اپنے دائیں بائیں کی بھی خبر نہیں ہوتی۔

2۔راجایوگا-Raja Yoga

یہ آٹھ رکنی راستے کے ذریعے روحانی مشق کا ایک منظم طریقہ ہے جس کا مقصد جسمانی اور سانس کی مشقوں کے ذریعے روحانی ترقی حاصل کرنا اور دنیا کی گندگیوں سے اپنے آپ کو پاک کرنا ہے۔ درج ذیل اقتباس اسکو سمجھنے میں مدد ہو گا۔

"Raja Yoga is the systematic practice of precise techniques to become aware of one's internal energies, make the mind clear, and to calm and know the Self. This path consists of eight steps: 1. Exercising specified disciplines in daily life.

2. Cultivating and refining internal awareness.

3. Physical postures to improve health and gain awareness of internal energy flows.

4. Breathing exercises to access the nervous system and bring clarity to the mind.

5. Turning the mind inward, away from the distracting influence of sense organs.

6. Making the mind one-pointed in concentration.

7. Focusing the mind in meditation.

8. Achieving Samadhi

a super-conscious state of mind that leads to intuitive wisdom and direct experience of the Self. This path requires good health, discipline and a dedication to regular practice."[53]

"راجایوگا ایک منظم عمل ہے جس میں درست تکنیکوں کی مشق شامل ہے تاکہ انسان اپنی اندرونی توانائیوں سے آگاہ ہو سکے، ذہن کو صاف اور پُر سکون کر سکے، اور خود (Self) کو جان سکے۔"

"یہ راستہ آٹھ اقدامات پر مشتمل ہے":

1. روزمرہ کی زندگی میں مخصوص نظم وضبط پر عمل کرنا۔
2. اندرونی آگاہی (awareness) کو پروان چڑھانا اور نکھارنا۔

[52] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:45

[53] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:44

3. صحت کو بہتر بنانے اور اندرونی توانائی کے بہاؤ سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے جسمانی آسن (postures) ۔
4. اعصابی نظام تک رسائی حاصل کرنے اور ذہن میں صفائی لانے کے لیے سانس کی مشقیں۔
5. حواس کے اعضاء کے توجہ ہٹانے والے اثر سے دور، ذہن کو اندر کی طرف موڑنا۔
6. ارتکاز (concentration) میں ذہن کو یکسو (one-pointed) کرنا۔
7. مراقبہ (meditation) میں ذہن کو مرکوز کرنا۔
8. سادھی (Samadhi) حاصل کرنا، جو ذہن کی ایک فوق الشعور (super-conscious) کیفیت ہے اور جو وجدانی حکمت (intuitive wisdom) اور خود کے براہِ راست تجربے کی طرف لے جاتی ہے۔

"یہ راستہ اچھی صحت، نظم وضبط اور باقاعدہ مشق کے لیے لگن کا تقاضا کرتا ہے۔"

ہندو روحانیت کی یہ قسم بعض ان صوفی سلاسل کے قریب ہے کہ جس میں پاس انفاس ذکر کیا جاتا ہے یعنی سانس کو اندر لیکر جانا ذکر الٰہی کے ساتھ اور باہر نکالنا ذکر الٰہی کے ساتھ۔ پاس انفاس ذکر سے ہر لمحہ یاد الٰہیٰ کے ساتھ منور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ سالک کا کوئی سانس ذکر الٰہیٰ سے خالی نہ جائے۔

3۔اُپاسنا – Upasana

ہندو مذہب میں یہ روحانیت کی وہ قسم ہے جس میں مخصوص تعداد میں منتر پڑھے جاتے ہیں اور طرح طرح کے اعمال کیے جاتے ہیں تاکہ خدا کی موجودگی کا احساس اچھے سے رچ بس جائے۔ درج ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"Upasana more intensive forms of prayer that include use of physical images (murtis), esoteric patterns (yantras) and the repetition of mantras (japa) that represent the Divine. Formal worship includes the practice of nyasa whereby God's presence is ritually invoked in each part of the worshipper's body prior to the worship (puja). By recognizing God's presence in everything, one sees oneself in all others and all others in oneself".[54]

اُپاسنا دعا کی زیادہ گہری شکلیں ہیں جن الٰہی ہستی کی نمائندگی کرنے والے جسمانی مجسموں (مورتیوں)، باطنی نقوش (ینتر) اور منتروں کے ورد کا استعمال شامل ہے۔ رسمی عبادت میں نیاسا کی مشق شامل ہے، جس کے تحت عبادت سے قبل خدا کی موجودگی کو عبادت گزار کے جسم کے ہر حصے میں رسمی طور پر طلب کیا جاتا ہے۔ ہر چیز میں خدا کی موجودگی کو تسلیم کرنے سے، انسان خود کو سب میں اور سب کو خود میں دیکھتا ہے۔

4۔یجنہ–Yajna

ہندو مذہب میں آگ کی بڑی تقدیس کی جاتی ہے۔ اسی مقدس آگ میں نذرانے ڈال کر رحمت خداوندی طلب کی جاتی ہے۔

"Yajna: placing offerings in a sacred fire accompanied by chanting of mantras invoking Divine blessings."[55]

یجنہ میں مقدس آگ میں نذانے ڈالے جاتے ہیں اور جس کے ساتھ رحمت الٰہی کو طلب کرنے کے لیے منتروں کا ورد کیا جاتا ہے۔

اسلامی تصوف میں بھی ورد کرنا وہ بھی خاص مقدار میں بلکل موجود ہے۔ استغفار، درود شریف اور تسبیح کا خاص ورد دیا جاتا ہے تاکہ رحمت الٰہی حاصل ہو۔

5۔کرمایوگا– Karma Yoga

ہندو تصوف کی اس صورت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے اندر کوئی بھی اچھائی کرو تو اسکا بدلہ آخرت کی ابدی دنیا میں لو یہاں کی دنیا میں نہیں۔ اور کسی سے نیکی کے اجر کے طالب نہ بنو، خدا ہی ہر نیکی کا بدلہ دینے والا ہے۔ درج ذیل اقتباس مزید کھول کر بیان کر سکتا ہے۔

"Actions commonly reflect personal preferences, and are undertaken to seek personal gains or to benefit those to whom one is attached. Spiritual evolution requires that all actions, including speech and the thoughts that lead to actions, should be

[54] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:42

[55] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:42

unselfish and derived from a dedication to the common good. The path of Karma Yoga is about being engaged in purposeful action without any expectation of personal reward, here or in the hereafter; and achieving freedom from fear and sorrow. The components of this path are:

• Doing one's duties willingly, cheerfully and with love. This helps overcome conflicts and reduces avoidable stress.

• Surrender the fruit of actions to God. Recognize that the outcome of one's actions is determined by forces beyond one's control. Give God the credit for successful actions.

• Do good because it is the right thing to do. Offer all actions as contributions to nature's cosmic flow presided over by God. Act as an instrument of God.

• Acknowledge that the power to act is itself a gift from God and gratefully surrender all actions to God."[56]

اعمال عام طور پر ذاتی ترجیحات کی عکاسی کرتے ہیں، اور ذاتی فوائد کی تلاش میں یا اُن لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے کیے جاتے ہیں جن سے انسان وابستہ ہے۔ روحانی ارتقاء کا تقاضا ہے کہ تمام اعمال، بشمول گفتگو اور وہ خیالات جو عمل کا باعث بنتے ہیں، بے لوث ہوں اور مشترکہ بھلائی کے لیے وقف ہوں۔"

"کرم یوگ (Karma Yoga) کا راستہ ذاتی اجر کی کسی بھی توقع کے بغیر — یہاں یا آخرت میں — بامقصد عمل میں مشغول رہنا، اور خوف و غم سے آزادی حاصل کرنا ہے۔"

اس راستے کے اجزاء یہ ہیں:

- اپنے فرائض کو خوشی، رضامندی اور محبت سے انجام دینا۔ یہ تنازعات پر قابو پانے میں مدد کرتا ہے اور قابلِ گریز تناؤ کو کم کرتا ہے۔
- اعمال کا نتیجہ خدا کے سپرد کر دینا۔ یہ پہچاننا کہ کسی کے اعمال کا نتیجہ ان قوتوں سے طے ہوتا ہے جو اس کے اختیار سے باہر ہیں۔ کامیاب اعمال کا سہرا خدا کو دو۔
- اچھا اس لیے کرو کہ یہ صحیح کام ہے۔ تمام اعمال کو خدا کی زیرِ نگرانی فطرت کے کائناتی بہاؤ کے لیے شراکت کے طور پر پیش کرو۔ خدا کے ایک وسیلے (Instrument) کے طور پر عمل کرو۔
- یہ تسلیم کرو کہ عمل کرنے کی طاقت خود خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہے اور شکر گزاری سے تمام اعمال خدا کے حوالے کر دو۔

یہ صورت اسلامی تصوف میں فکر آخرت کے قریب قریب ہے کہ کوئی بھی نیکی کا کام کسی بدلے کی نیت سے نہ کرو بلکہ ہر نیکی پر خدا سے اجر کے طالب رہو، اور ہر نیکی کے کام کی توفیق جب تک خدا سے نہ ملے کوئی کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔

6۔ گیان یوگا-Jnana Yoga

ہندو مذہب میں روحانیت کی اس صورت میں علمی و فکری روحانیت کو مستحکم کیا جاتا ہے تاکہ یوگی علی وجہ البصیرۃ اپنی روحانیت پر اعتماد کر سکے۔ مزید تفصیل درج ذیل اقتباس میں پیش کی جاتی ہے۔

"Practitioners of the path of knowledge strive to realize the Self by removing ignorance about our essential nature, our relation with the world around us, and the origin and destiny of the universe. The basic technique used on this path is seeking the Truth through deep intellectual enquiry and vigorous debate.

• The first stage is the study of scripture, mainly the Upanishads, the Bhagavad Gita, and the Brahma Sutras, along with commentaries and expository texts by learned teachers.

[56] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:44

• The second stage is sustained reflection on the messages of these scriptures and efforts to resolve doubts about their meaning.

• The third stage is the use of meditation to fully internalize the distinction between Pure Consciousness, the eternal, all-pervasive, changeless and blissful Reality; and all the rest that is ephemeral and the product of the mind. The conclusions of Vedanta are fully accepted only when the statements in scriptures are found to be consistent with reason and the seeker's own direct experience. This path requires a high degree of intellectual rigor, the capacity for patient reflection, a burning desire for liberation and, the ability to detach from sensory pleasures in order to concentrate on spiritual enquiry.The scriptures urge devotees to go beyond mere ritual worship and stress the importance of serving others. The best devotee is one who sees God dwelling in oneself and in all beings; and all beings dwelling in oneself and, in God."[57]

"علم کے راستے کے سالک اپنی بنیادی فطرت، ہمارے ارد گرد کی دنیا سے ہمارے تعلق، اور کائنات کی ابتدا و انجام کے بارے میں جہالت (اِگنورنس) کو دور کر کے خود (Self) کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس راستے پر استعمال ہونے والی بنیادی تکنیک گہری فکری تحقیق اور بھرپور بحث کے ذریعے سچائی کی تلاش کرنا ہے۔" اس کے مراحل یہ ہیں:

1. پہلا مرحلہ: مقدس کتابوں، بنیادی طور پر اُپنشدوں، بھگوَد گیتا اور برہمہ سوتروں کا، عالم اساتذہ کی تفاسیر اور تشریحی متون کے ساتھ مطالعہ کرنا۔
2. دوسرا مرحلہ: ان صحیفوں کے پیغامات پر مسلسل غور و فکر کرنا اور ان کے معنی کے بارے میں شکوک و شبہات کو حل کرنے کی کوشش کرنا۔
3. تیسرا مرحلہ: مراقبہ کا استعمال کرنا تاکہ خالص شعور —جو ابدی، ہر جگہ موجود، نہ بدلنے والی اور پُر مسرت حقیقت ہے— اور باقی سب جو عارضی ہے اور ذہن کی پیداوار ہے، کے درمیان فرق کو پوری طرح باطنی طور پر جذب کر لیا جائے۔

"ویدانت کے نتائج صرف اسی صورت میں پوری طرح قبول کیے جاتے ہیں جب صحیفوں کے بیانات عقل کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوئے پائے جائیں اور سالک کے اپنے براہِ راست تجربے میں آجائیں۔"

یہ راستہ اعلیٰ درجے کی فکری سختی، صبر پر مبنی غور و فکر کی صلاحیت، آزادی (نجات) کی ایک جلتی ہوئی خواہش، اور رُوحانی تحقیق پر توجہ مرکوز کرنے کے لیے حسی لذتوں سے لاتعلقی کی قابلیت کا تقاضا کرتا ہے، صحیفے عقیدت مندوں پر زور دیتے ہیں کہ وہ محض رسمی عبادت سے آگے بڑھیں اور دوسروں کی خدمت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں. بہترین عقیدت مند وہ ہے جو خدا کو اپنے آپ میں اور تمام مخلوقات میں بسا ہوا دیکھتا ہے؛ اور تمام مخلوقات کو اپنے اندر اور خدا میں بستی ہوئی دیکھتا ہے۔"

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ روحانیت[58] صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ تقریباً دنیا کے ہر مذہب میں ہے کیونکہ ہر انسان یہ محسوس کرتا ہے کہ کوئی اسکا خالق ہے جس کے سامنے اسے جھکنا چاہئے، جس کی سپر میسی کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔

لہذا اسلام میں تصوف اجنبی چیز نہیں بلکہ احسان اور تزکیہ نفس کے بارے میں جتنی تعلیم اسلام نے دی ہے اتنی کسی اور مذہب نے نہیں دی۔ اسلام نے روحانیت (تصوف) کی کانٹ چھانٹ کی، کفر، شرک، بدعات، رسومات، اور انسانی اختراع سے صاف کر کے روحانیت (تصوف) کو پیش کیا۔ لہذا اسلامی تصوف نہ عقل کا اختراع ہے نہ کفر و شرک کی آماجگاہ بلکہ یہ پاکیزگی کی وہ راہ ہے جس پر چلنے سے انسان انسانِ کامل بنتا ہے اور اپنی اور اپنے خالق حقیقی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ یہ پاکیزہ راہ قرآن و حدیث، سیرت طیبہ

[57] Dr. D. C. RAO, Understanding Hinduism, Publisher: World Hindu Council of America, 2017, P:45

[58] باحث نے دیگر مذاہب کے لیے روحانیت کا لفظ اسلیے استعمال کیا کہ تصوف کا لفظ صرف اسلام میں صوفیاء کرام کے ہاں استعمال ہوا ہے۔ دیگر مذاہب میں اسے روحانیت کہا جاتا ہے۔ اسلام میں کئی نام لیے جاسکتے ہیں، مثلاً تصوف، احسان، تزکیہ، سلوک، تربیہ. لہذا اس تحقیق میں تصوف اور روحانیت کو مترادف اصطلاح کے طور پر استعمال نہیں کیا گیا۔ باحث کے نزدیک "تصوف" اسلامی فنون میں مخصوص اصطلاح ہے جبکہ "روحانیت" ایک عمومی اصطلاح ہے۔ تاہم اس تحقیق کا بنیادی موضوع غلام احمد پرویز کی کتاب "تصوف کی حقیقت" کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اور چونکہ مصنف نے خود غیر اسلامی مذاہب کے روحانی افکار کے لیے بھی "تصوف" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ لہذا اسی تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے باحث نے بھی غیر اسلامی مذاہب کے لیے تصوف کی اصطلاح استعمال کی۔ جبکہ باحث تصوف کی اصطلاح غیر اسلامی مذاہب کے لیے استعمال کرنے کو درست نہیں سمجھتا کیونکہ یہ خالصتاً اسلامی اصطلاح ہے۔ اور مسلمانوں کے ہاں ہی رائج ہے۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک طرز حیات سے لی گئی ہے جن کی راہ پر چلنے کا حکم خود قرآن کریم نے دیا ہے۔ سورت الفاتحہ میں منعم علیہم کی راہ مستقیم مانگنے کا ذکر ہے اور سورت النساء میں منعم علیہم کی وضاحت نبیین، صدقین، شہداء اور صالحین سے کی گئی۔ اسلام میں سب سے پہلے صالحین صحابہ کرام ہی تو ہیں۔

اسلام میں تصور تصوف

باحث قرآن وسنت کی روشنی میں اسلام میں تصور تصوف کا جائزہ لے گا، اگر دیکھا جائے تو قرآن کریم، سنت نبی کریم، صحابہ کرم، کی مبارک زندگیوں میں اور اسلامی تاریخ وفلسفہ میں تصوف کا جائزہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ سب اسلامی علوم وروایات کے ماخذ بنتے ہیں لیکن باحث اپنی تحقیق کا دائرہ کار اس فصل میں صرف قرآن وحدیث اور آثار صحابہ تک رکھنا چاہتا ہے کیونکہ اسی سے اسلامی تصور تصوف کے خدوخال نمایاں ہو جائیں گے۔

صوفیاء کا یہاں ذکر کرنا مناسب ہے کیونکہ تصوف سے براہ راست وہی وابستہ ہوتے ہیں اور اپنی زندگیاں اسی علم میں کھپا دیتے ہیں۔

صوفیاء کی تعریف کتاب اللمع میں امام ابو نصر سراج الطوسی نے بہت جچے تلے الفاظ میں کی ہے اگر کوئی صوفی اس تعریف پر پورا اترتا ہے تو وہ صوفی ہے ورنہ نہیں۔ انہوں پہلے طبقہ اہل الحدیث کا ذکر کیا کہ اہل الحدیث کا کام تھا کہ احادیث جمع کرنا، انکی صحت وضعف کو پرکھنا، علتوں کو ڈھونڈنا، رواۃ کو جانچنا، اور پھر ایک ایک حدیث کے لیے لمبے لمبے سفر کرنا یہ مشغلہ تھا محدثین کا۔ پھر وہ احادیث فقہاء لیتے اور اہل الحدیث کے اصول وضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے اور انکی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہوئے ان احادیث کے اندر غور وفکر کرتے اور مسائل شرعیہ کا استنباط کرتے، ناسخ منسوخ کو الگ کرتے، اصول کو فروع سے جدا کرتے، خاص کو عام سے الگ کرتے، اور یہ سب کام قرآن کریم، سنت نبی کریم، اجماع اور قیاس کی روشنی میں کیا جاتا۔ احادیث جمع کرنے والوں کو اصحاب الحدیث کہا جاتا، مسائل نکالنے والوں کو فقہاء واہل الرائے کہا جاتا، پھر صوفیاء کرام کا مرتبہ آتا ہے جو فقہاء اور اصحاب الحدیث کے ساتھ عقائد وعلوم میں مکمل اتفاق کرتے ہیں اور جو معانی انہوں نے بیان کیے ہیں ان سے سر مو انحراف نہیں کرتے، تمام علوم وفنون میں انکی کامل موافقت کرتے ہیں، ہاں صرف اتنی بات ہے کہ صوفیاء کرام رخصتوں پر عمل پیرا نہیں ہوتے، وہ ہمیشہ احسن اولی اور عزیمت کو ترجیح دیتے ہیں، وہ تاویلات، شبہات میں نہیں پڑتے۔ قلیل پر قناعت کرتے، کھانے پینے پہننے میں صرف ضرورت بقدر ضرورت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اس سب سے انکا مقصود اللہ تعالیٰ کی محبت، قرب، اور رضا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو اپنے دل ودماغ میں جگہ ہی نہیں دیتے گویا کہ انہوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ پر قربان کرکے دنیا کی ہر چیز سے کنارہ کش ہو گئے ہیں۔ اسی محبت الٰہی کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ یہ صوفیاء کرام ہیں۔ انکا نام کسی علم پر نہیں رکھا گیا جس طرح اہل الحدیث، اہل الرائے، اہل الصرف، اہل النحو، اہل التفسیر، اس طرح بے شمار علوم وفنون سے وابستہ لوگوں کو انکے علم وفن سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اس طرح صوفیاء کو زہاد، متوکلین، متقین، صادقین، صابرین، قانتین وغیرہ کے نام سے موسوم نہیں کیا گیا بلکہ صوفیاء کو اس طرح کے کسی علم وفن کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا کیونکہ صوفیاء پوری شریعت پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ صوفیاء کو انکے ظاہری حال کے ساتھ موسوم کیا گیا کیونکہ عموماوہ صوف پہنا کرتے تھے جو انبیاء کرام اور نیک لوگوں کا شعار تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کے لیے حوارین کا لفظ استعمال کیا گیا جسکے معنی ہے سفید کپڑے پہننے والے یا دھونے والے۔[59]

لہذا اگر ایک منصف مزاج شخص صوفیاء کی تعلیمات، اہداف، حقائق، اور طرق پڑھے اور انکی خانقاہوں میں جا کر رہے، انکے زیر سایہ کچھ وقت گزارے تو اسے پتہ لگے گا کہ صوفیاء کرام صحیح اور حقیقی اسلام پر کاربند ہیں اور ایمان کامل کے ساتھ قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم کی سیرت طیبہ پر مکمل عمل پیرا ہیں۔ وہ شریعت اسلامیہ سے ایک بالشت کے بقدر بھی دور نہیں، اور انکی تعلیمات قرآن کریم کے منہج تزکیہ سے الگ نہیں بلکہ انکی صبح شام مقام احسان کے اس بلند مرتبے کو حاصل کرنے میں گزرتی ہیں جس کو نبی کریم نے بیان کیا ہے۔

اگر قرآن کریم میں تدبر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ بہت ساری آیات میں نبی کریم کے فرائض منصبی بیان کیے گئے ہیں۔ دین اسلام کو پھیلانے کے لیے چار فرائض منصبی تو ایک ہی آیت میں بیان کیے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ)[60]

[59] الطوسی، ابو نصر السراج، اللمع فی التصوف، باب ذکر الصوفیۃ وطبقاتھم، ناشر: دار الکتب الحدیثۃ مصر، سن: 1960، ص: 28

[60] سورۃ آل عمران: 164

بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ انہیں میں سے ایک رسول ان میں بھیجا جو انہیں اسکی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کریمہ میں نبوت کے چار فرائض منصبی بیان کیے گئے ہیں:

1۔ مسلمانوں کو قرآنی آیات پڑھنے کا عملی طریقہ سکھانا کہ کونسا لفظ کیسے پڑھنا ہے۔

2۔ مومنین کے نفوس کا تزکیہ کرنا، روحانی تربیت کرنا۔

3۔ قرآن کریم کے احکامات سکھانا اور انکو قرآن کریم کے اہداف و مقاصد سے آگاہ کرنا۔

4۔ حکمت کی تعلیم دینا یعنی ایک مومن کی عملی زندگی کس طرح ہو اسکی تعلیم دینا۔

صوفیاء کرام نے ان چاروں فرائض پر عمل کر کے دکھایا، لیکن صوفیاء کا نمایاں کام تزکیہ نفس رہا اسلیے دیگر امور پنہاں ہوگے۔ جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، دیگر صوفیاء کرام جہاں شریعت کے عالم تھے وہاں وہ وقت کے سب سے بڑے صوفی بھی تھے، انکی کتب تزکیہ نفس کی تعلیمات سے بھری پڑی ہیں۔ تزکیہ نفس ہی ساری تعلیمات الہیہ کا خلاصہ ہے، اگر نفس پاک نہیں، تو اسکی عبادات میں اخلاص نہیں، اسکی زندگی میں تقوی نہیں، اسکے اللہ تعالیٰ کے ساتھ روحانی وابستگی نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دیکھتے ہی دلوں اور اعمال کو ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری شکلوں اور مال و دولت سے کوئی سروکار نہیں۔ اسلیے صوفیاء کرام نے تزکیہ نفس کا نبوی فرض اہم سمجھ کر اسکی جانب توجہ مبذول کی اور مسلمانوں کو صفائے قلب کی طرف متوجہ فرمایا۔ لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کی رہنمائی کی اور آج بھی کر رہے ہیں۔

آج کل جو تغیر دیکھا جارہا ہے یا دین اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دوری دیکھی جارہی ہے یا صرف ظاہر پر ہی محنت دیکھی جارہی ہے یہ محض صوفیاء کرام کے نقش قدم پر چلنے سے دوری کا نتیجہ ہے ورنہ آج بھی خال خال ایسے لوگ نظر آتے ہیں جنہوں نے واقعی اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے خوب محنت کی اور آج انکی زندگی قرآن و سنت کے عین مطابق اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ گہری وابستگی کی علامت ہے۔

حدیث جبرئیل علیہ السلام میں ایمان، اسلام، اور احسان کا ذکر ہے، تینوں کے متخصصین الگ الگ لوگ ہیں، جنہوں نے ایمانیات پر محنت کی، عقائد اسلام لکھے اور مسلمانوں کو کفر و شرک سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی، وہ **متکلمین** اسلام کہلائے، جنہوں نے اسلام تعلیمات کو مدون کیا، محفوظ کیا، قواعد و ضوابط بنائے، انہیں **محدثین و فقہاء** کا نام دیا گیا، اور جنہوں نے اس احسان کو اپنی زندگی کا مشغلہ بنایا جو حدیث پاک میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے کہ

"أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ "[61]

ترجمہ: کہ تم اللہ کی ایسی عبادت کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو پس اگر تم نہ دیکھ سکتے ہو تو یقیناً وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اور اپنی زندگی کو قرآن و سنت و سیرت طیبہ و صحابہ کرام کی بابرکت زندگیوں کے مطابق ڈھالا اور اپنے **تبعین** کو اسی راستے پر لگایا تو ایسے لوگ **صوفیاء** کہلائے۔ و لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

اسلام میں تصور تصوف کو اگر صوفیاء کرام کے اقوال کی روشنی میں دیکھا جائے تو تصوف کا اسلام سے رشتہ و تعلق صحیح معنوں میں سمجھا جاسکتا ہے اور یہ وہ دلیل ہوگی جو کسی طرح سے رد نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ مبتلا بہ کے اقوال ہیں جو سب سے زیادہ معتبر کہلاتے ہیں۔

اقوال صوفیاء کی روشنی میں تصوف

1۔ ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں

"لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر و النھی وحفظ الحدود و اداء االشریعۃ"۔[62]

اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جس کو کرامات میں سے کچھ حصہ ملا ہے یہاں تک کہ وہ ہوا میں بلند ہو رہا ہے تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ، یہاں تک کہ تم دیکھ نہ لو کہ تم اسے امر و نہی (اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی) میں، شریعت کی حدود اور شرعی احکامات کو ادا کرنے میں کیسا پاتے ہو۔

---

[61] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، دار طوق النجاۃ، بیروت، ، باب سؤال جبرئیل النبی عن الایمان والاسلام والاحسان، حدیث نمبر: 50

[62] قشیری، الامام زین الدین ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی ذکر مشائخ ھذہ الطریقہ۔۔ ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرۃ، ص: 54

یعنی صرف کرامات سے اسکی بزرگی ثابت نہیں ہوگی بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ شریعت مطہرہ پر کتنا عمل پیرا ہے، اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے کتنا سر تسلم خم کر رہا ہے شریعت کی حدود کی کتنی پاسداری کر رہا ہے۔ اگر یہ سارے معاملات اس کے ٹھیک ہیں پھر کرامت بھی باعث عزت وافتخار ہے ورنہ وہ کرامت نہیں بلکہ شعبدہ بازی ہے جو جوگی اور سادھو بھی پیش کر سکتے ہیں اپنی روحانیت قوت استعمال کر کے۔ لہذا ایسے بندے سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔ اب یہ جملے اس صوفی کے ہیں جو بلند پایہ صوفی ہے جس کے کچھ اقوال پر اہل ظاہر نے نقد اور خوب طعن کیا ہے مگر وہ اپنے متعلقین کو شریعت اسلامیہ کی پابندی کی کس طرح تلقین کر رہا ہے۔

2۔ ابو القاسم ابراہیم محمد النصر اباذیؒ فرماتے ہیں

" اصل التصوف ملازمة الكتاب و السنة و ترک الاهواء و البدع و تعظيم حرمات المشائخ و رؤية اعذار الخلق والمداومة على الاوراد وترک ارتكاب الرخص والتاويلات۔"[63]

تصوف کی اصل وبنیاد قرآن کریم وسنت رسول کی پابندی کرنا، خواہشات وبدعات کو ترک کرنا، مشائخ کی عزت واحترام کرنا، مخلوق کے عذروں کو قبول کرنا، اوراد وظائف پر ہمیشگی کرنا، رخصتوں اور تاویلات کے ارتکاب سے بچنا ہے۔ ابو القاسم النصر اباذیؒ کے اس قول کے بعد کچھ کلام باقی نہیں رہتا کہ پورے تصوف کا خلاصہ بیان کر دیا جس میں قرآن وسنت پر مکمل عمل، بدعات خواہشات، رسومات سے مکمل اجتناب، تاویلات اور رخصتوں کو بلکل ترک کرنا شامل ہے۔

اس قول سے پتہ چلا کہ مشائخ تصوف قرآن وسنت کو کتنی اہمیت دیتے ہیں کہ تصوف کی بنیاد اور اصل قرآن وسنت کو قرار دیتے ہیں۔ جبکہ معاندین ومخالفین و ناقدین تصوف کو قرآن وسنت کے مدمقابل مذہب قرار دیتے ہیں۔

3۔ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

" من علامات المحب لله عزوجل متابعة حبيب الله صلى الله عليه وآله وسلم فى اخلاقه وافعاله واوامره وسننه "۔[64]

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل سے محبت کرنے والے کی علامات میں سے یہ ہے کہ اسکا اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ کی کامل پیروی کرنا انکے اخلاق، افعال، اوامر اور سنن میں۔

ذوالنون مصری بڑے صوفیاء میں سے ہیں انکے مطابق اگر کوئی صوفی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعوی کرتا ہے تو اس کے اندر لازمی طور پر اللہ کے حبیبؐ کی کامل اتباع پائی جائے گی۔ اسکے اخلاق، افعال، کردار بعینہ نبی کریم کے افعال اخلاق اور کردار جیسے ہوں گے۔ وہ نبی کریم کے حکموں اور سنتوں کی مکمل پابندی کرنے والا ہوگا۔ اور قرآن کریم میں آتا ہے:

(مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ)۔[65]

اس رسول جو اطاعت کرے اسی نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔

اب یہ بھی صوفی ہیں جو نبی کریم کی کامل اتباع پر زور دے رہے ہیں جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جو کہ بعینہ اسلام پر عمل پیرا ہونا ہے کیونکہ نبی کریم نے اسلامی تعلیمات پر سب سے پہلے عمل کر کے دکھایا۔

4۔ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں:

" الطرق كلها مسدودة على الخلق الا على من اقتفى اثر الرسول عليه الصلاة و السلام" و قال ايضا: " من لم يحفظ القرآن و لم يكتب الحديث لا يقتدىٰ به فى هذا الامر ؛ لان علمنا مقيد بالكتاب و السنة" وقال ايضا: " مذهبنا هذا مقيد باصول الكتاب و السنة"۔ وقال ايضا:" علمنا هذا مشيد بحديث رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم"۔[66]

تمام راستے (اللہ تعالیٰ کی طرف جانے والے) مخلوق پر بند ہیں ہاں اس پر کھلا ہے جو نبی کریم کے نقش قدم کی پیروی کرے، اور فرمایا جو قرآن کریم حفظ نہیں کرتا اور حدیث پاک نہیں لکھتا (محفوظ نہیں کرتا) وہ اس تصوف میں قابل اتباع نہیں ہے کیونکہ ہمارا علم قرآن وسنت کے ساتھ مقید ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا مذہب قرآن وسنت کے اصولوں کے ساتھ مقید ہے۔ اور انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ ہمارا یہ علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پاک سے لیا گیا ہے۔

جنید بغدادیؒ اہل تصوف کے ہاں سید الطائفۃ کے نام سے مشہور ہیں یعنی اہل تصوف کے سردار ہیں اب انکے اقوال دیکھے جائیں تو سب کے سب قرآن وسنت اور نبی کریم کی کامل اتباع پر زور دے رہے ہیں۔ کتنا بڑا قول ہے انکا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے والے سارے راستے بند ہیں سوائے اس شخص کے راستے کے جو نبی کریم کی کامل اتباع کر رہا

---

[63] قشیری، الامام زین الدین ابو القاسم عبد الکریم بن ھوازن القشیری، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی ذکر مشائخ ھذہ الطریقہ۔۔ ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرۃ، ص: 87

[64] ایضا، ص: 41

[65] سورۃ النساء: 80

[66] قشیری، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی ذکر مشائخ ھذہ الطریقہ۔ ص: 64

ہے کیونکہ یہی سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔ یہ قول اسی بندے کی زبان سے صادر ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق ہے کیونکہ وہ دوسروں کو بھی یہی حق راستہ دکھا رہا ہے۔

5۔ ابو الحسن احمد بن محمد النوریؒ فرماتے ہیں:

" من رایتہ یدعی مع اللہ حالۃ تخرجہ عن حد العلم الشرعی فلا تقربن منہ۔"[67]

جس شخص کو تم دیکھو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ایسی حالت کا دعویٰ کر رہا ہے کہ جو اسے علم شرعی کی حد سے نکال رہا ہے تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ ابو الحسن نوریؒ سید الطائفۃ جنید بغدادیؒ کے ہم عصر ہیں اور اپنے متبعین کو ایسے شخص سے دور رہنے کا کہہ رہے جو اسلامی حدود سے تجاوز کر کے اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کر رہا ہے۔

صوفیاء کرام نے قرآن و حدیث کو تصوف کا اصل قرار دیا جو انکے اقوال سے ثابت ہو چکا ہے۔ اب باحث تصوف کو قرآن و حدیث کے حوالے سے ذکر کرتا ہے تاکہ تصوف کا اسلام سے تعلق نکھر کر سامنے آسکے۔

تصوف کے بنیادی عناصر

تصوف اسلامی ایک ایسا روحانی سلسلہ ہے جو انسان کے روحانی معراج کے لیے اصول و ضوابط، طرق و مقامات بیان کرتا ہے، جس سے ایک مومن کے لیے ان مراحل و منازل کو طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ اور وہ آسانی سے واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ لیکن وصول الی اللہ کے اس سفر کی معرفت حاصل کرنا ایک صوفی کے لیے بے حد ضروری ہوتا ہے اور کسی مرشد کامل کی رہنمائی میں اس سفر کی تکمیل کی جاتی ہے۔ اگر علم و معرفت نہ ہو اور مرشد کامل کی رہنمائی نہ ہو تو اسکے لیے یہ سفر دشوار گزار بن جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ شیطان جو کہ مومن کا ازلی دشمن ہے اسے ایمان سے خالی کر دے اور یہ مومن اللہ تعالیٰ کے پاس اس حال میں پہنچے کہ کافر ہو چکا ہو، اسلیے علم و معرفت کے ساتھ ساتھ شیخ کامل و مرشد کامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے تاکہ شیخ اس سالک کو پُر خطر گھاٹیوں سے گزار سکے اور اس کی ایمانی تربیت کر سکے۔ لہذا علم و معرفت کے ساتھ شیخ کامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے اس روحانی سفر کے دوران، تب جا کر یہ سفر اپنی تکمیل کو پہنچتا ہے۔

"ادلۃ الصوفیۃ" میں تصوف کے پانچ بنیادی عناصر

تصوف کی پہلی بنیاد: صفاء النفس و محاسبتھا

"معناھا : ان کل من اراد ان یدخل فی سبیل المقربین لیعد الجواب لسؤال الحق تعالیٰ فعلیہ ان یحاسب نفسہ قبل ان یحاسبہ اللہ ، ویزن اعمالہ قبل ان توزن بقسطاس الآخرۃ ، ویصفی نفسہ من شوائبھا و وساوسھا ، قال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ : (حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا، وزنوھا قبل ان توزنوا)۔"[68]

نفس کی صفائی اور اس کی باز پرس کا معنی یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو مقربین کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوال کے لیے جواب تیار کر سکے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے قبل اس کے اللہ تعالیٰ اسکا محاسبہ کرے، وہ اپنے اعمال کو تولے قبل اس کے اس کے اعمال آخرت کے ترازو پر تولے جائیں، اور اپنے نفس کو شکوک شبہات اور وسوسوں سے پاک رکھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اپنے آپ کا محاسبہ کرو قبل اس کے تمہارا محاسبہ کیا جائے، اپنے نفسوں کو تولا کرو قبل اسکے تم تولے جاؤ۔

2۔ **تصوف کی دوسری بنیاد: قصد وجہ اللہ**

معناھا : ان المتصوف لا بد ان یقصد وجہ ربہ فی جمیع اقوالہ و افعالہ غاسلا قلبہ بماء الاخلاص لوجہ اللہ تعالیٰ ، قال اللہ تعالیٰ: (وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ)[69] وقال عز من قائل : (وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ)۔[70]۔[71]

قصد وجہ اللہ کا معنی یہ ہے کہ صوفی کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے تمام اقوال و افعال میں اپنے رب تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کرے، اپنے دل کو اخلاص کے پانی سے دھوتے ہوئے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ روکے رکھیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اسکی رضا چاہتے ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اور کسی ایک لیے اس کے ہاں احسان نہیں کہ اسکا بدلہ دیا جائے الا یہ کہ اپنے بلند و بالا رب کی رضا چاہنے کے لیے

---

[67] قشیری، ص:66

[68] یوسف خطار محمد، الموسوعۃ الیوسفیۃ فی بیان ادلۃ الصوفیۃ، ص:18

[69] سورۃ الکھف:28

[70] سورۃ اللیل:19 – 20

[71] یوسف خطار، ص:18

3۔ تصوف کی تیسری بنیاد:التمسک بالفقر و الافتقار

" معناها الزهد فی الدنیا و متاعها عزوفا بالنفس عما یلهیها و یشغلها ، فان التمسک بالفقر دلیل التقشف الذی هو الآلة القاطعة حبل الوصال بین العبد والشیطان۔۔ و صفوة القول : ان الفقر اساس التصوف وقوامه، و ان التحقق باحوال التصوف و مقاماته مبنی علی الفقر و الزهد فیما اشتملت علیه الدنیا من زخرف و متاع ، ای ان تکون الد نیا فی یده لا فی قلبه"۔[72]

فقر اور افتقار کو مضبوطی سے تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اور اسکے مال ومتاع سے بے رغبتی اختیار کی جائے نفس کو بچاتے ہوئے ہر اس چیز سے جو اسے دنیا میں مشغول کرے یا غافل کرے، کیونکہ فقر کو مضبوطی سے پکڑنا عاجزی وسادگی کی دلیل ہے جو بندے اور شیطان کے درمیان ملانے والی رسی کو کاٹنے کا آلہ ہے۔ خلاصہ قول یہ ہے کہ فقر تصوف کی اساس وبنیاد ہے، اور تصوف کے احوال ومقامات کا پایا جانا دنیا کی چمک دمک اور مال ومتاع سے زہد وفقر اختیار کرنے پر مبنی ہے۔ یعنی دنیا سالک کے ہاتھ میں ہو دل میں نہ ہو۔

4۔ تصوف کی چوتھی بنیاد:توطین القلب علی الرحمۃ و المحبۃ

" معناها ان یجب علی کل صوفی ان یلزم محبة کل المسلین ویعطیهم حق الاسلام من التعظیم و التوقیر، فان رسخ فی هذه القاعدة واستقام فی التدریب علیها ، افاض الله علیه انوار الرحمة ، واذاقه حلاوة الرضی و البسه ثوب القبول، فینال مما ورثه النبیون من المحبة و الرضی حظا وافرا، قال الله تعالیٰ فی حق الرسول ﷺ (وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ)[73]۔ وقال سیدنا ابو بکر الصدیق رضی الله عنه : (لا تحقر احدا من المسلمین فان حقیر المسلمین عند الله کبیر)۔[74]

دل کو محبت وشفقت کا عادی بنانا اسکا معنی یہ ہے کہ ہر صوفی پر واجب ہے کہ وہ تمام مسلمانوں سے محبت کرنے کو لازم پکڑے اور اسلام نے جو عزت واحترام دیا ہے ہر مسلمان کو اسکا پورا پورا حق اسے دے، پس اگر اس قاعدہ (بنیاد) میں صوفی نے رسوخ حاصل کر لیا اور اس پر مشق کی کامیاب کوشش کر لی تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کے انوارات برسائیں گے اور اسے اپنی رضا کی مٹھاس کا مزہ چکھائیں گے اور اسکے قبولیت کا لباس عطا فرمائیں گے، پس وہ انبیاء کی چھوڑی گئی محبت اور رضا کی وراثت میں سے بہت حصہ پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے حق میں فرمایا؛ "اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے"۔ اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تم کسی مسلمان کو حقیر مت سمجھنا کیونکہ حقیر مسلمان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عظیم ہے"۔

5۔ تصوف کی پانچویں بنیاد:التجمل بالاخلاق التی بعث الله النبی لاتمامها

"و هذه القاعدة زبدة الدین و حقیقة اخلاق الصوفیین ، وذٰلک بان یکون العبد هینا لینا مع اهل بیته و عشیرته و جمیع المسلمین ، قال الله تعالیٰ :(وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا)۔[75] وقد ورد فی الاثر :(اهل الجنة کل هین لین سهل قریب واهل النار کل شدید قبعثری ، قالوا : ومالقبعثری؟ قال : الشدید علی الاهل و الصاحب و العشیر) اذ ان الله تعالیٰ یعامل عبده فی وصفه و خلقه"۔[76]

اور یہ قاعدہ (بنیاد) دین کا خلاصہ ہے اور صوفیاء کے اخلاق کی حقیقت ہے، اور یہ اس لیے کہ بندہ نرم خو ہوتا ہے اپنے گھر والوں کے ساتھ اپنے خاندان کے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (اور تم لوگوں کو اچھی بات کہو)۔ آثار میں یہ اثر بھی آیا ہے کہ تمام اہل جنت آسان نرم ایک دوسرے سے قریب ہوں گے اور تمام اہل جہنم بہت سخت مزاج اور قبعثری ہوں گے، صحابہ نے عرض کی قبعثری کیا ہے؟ نبی کریم نے فرمایا: جو گھر والوں پر، ساتھی پر، اور خاندان والوں پر سخت ہو۔ اسلئے نرمی اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی صفات اور اخلاق کے مطابق معاملہ کرتا ہے،

یہ پانچ وہ بنیادیں ہیں جو تصوف کی اساس ہیں اگر کوئی صوفی ان بنیادی عناصر کو اپنی زندگی میں نہیں اپناتا تو گویا اس نے تصوف کی راہ میں قدم تک نہیں رکھا اگرچہ وہ بہت تہجد گزار ہو، صوم صلاۃ کا پابند ہو، لیکن ان بنیادی صفات کے بغیر وہ کچھ بھی نہیں۔

عبد العزیز النجرانیؒ نے حسن قزازؒ سے روایت کی کہ **تصوف کی بنیاد** تین باتوں پر ہے:

(1) صرف فاقہ کے وقت کھانا

(2) اور صرف نیند کے غلبہ کے وقت سونا

---

[72] ایضا، ص:19

[73] سورۃ الانبیاء:108

[74] یوسف خطار محمد، ص:19

[75] سورۃ البقرۃ، 83

[76] یوسف خطار محمد، ص:20

(3) اور ضرورت کے بغیر کلام نہ کرنا۔[77]

یہ تین باتیں اصلاح نفس کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہیں اگر نفس ہی ٹھیک نہیں اسکی ہی اصلاح نہیں تو قرب الٰہی کے اعلی درجات ایک سالک کے لیے حاصل کرنا ناممکن ہے الا من رحم ربی۔

امداد السلوک میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے فرمایا" جان لے کہ تصوف کہ **ظاہری ارکان پانچ ہیں۔ خدمت، حرمت، خلوت، صحبت، اور جوانمردی، نیز باطنی ارکان پانچ ہیں، عمل، علم، حال، قلب، معرفت۔** اور بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ تصوف کا اول حصہ علم ہے اور اوسط عمل اور آخری عطاالٰہی ہے۔ پس علم نام ہے پردہ اٹھ جانے کا اور سالک کی مراد ظاہر ہو جانے کا، اور عمل اعانت ہے مراد کی طلب پر اور عطاء الٰہی عمل کا انجام تک پہنچ جانا ہے۔"[78]

باحث کی رائے یہ ہے کہ تصوف کے بنیادی عناصر پانچ ہیں۔

1۔ اتصال نسبت:

اسکا مطلب یہ ہے کہ تصوف کے جتنے مستند سلاسل ہیں ان میں سے کسی ایسے سلسلہ سے تعلق رکھا جائے جس کے شیخ کی نسبت متصل ہو، اس شیخ نے اپنے شیخ کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی ہو اور اس کو اجازت بیعت دی ہو۔ یہ نسبت اسلیے ضروری ہے کہ اس پر خطر راستے میں بھٹکنے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ جب سالک تصوف کے اعمال واشغال شروع کرتا ہے تو شیطان اس پر ہر طرف سے حملہ آور ہوتا ہے اور راہ راست سے ہٹانے اور گمراہ کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ لہذا اگر شیخ کی نسبت ہی نہ ہو گی وہ آگے تربیت کیسے کر سکے گا؟ یہ تصوف صرف کتب سے مطالعہ کر کے بیعت لینے کا نام نہیں۔ یہ تو نبی کریم کی وہ میراث ہے جو حضور کی صحبت بابرکت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو ملی اور صحابہ کرام کی صحبت سے تابعین کو ملی یوں یہ تسلسل چلا آرہا ہے۔

2۔ مرشد و مسترشد:

تصوف میں مرشد و مسترشد یعنی رہنمائی کرنے والا اور رہنمائی کا طلبگار یہ دو بھی بنیادی اکائی ہیں۔ اگر یہ دو نہیں تو تصوف نہیں۔ کیونکہ تصوف کتب میں درج اقوال کا نام نہیں بلکہ یہ ایک عملی طریقہ تربیت ہے جس میں کوئی ہو جو تربیت حاصل کرے اور کوئی ہو جو تربیت کرے۔

3۔ اعمال، اذکار، اشغال:

تصوف کے اندر فرائض، واجبات، سنن، مستحبات کی رعایت کرنے کے بعد جو اعمال، اذکار، اشغال، مراقبات مرشد بتائے انہیں کرنا بہت ضروری ہوتا ہے یہی تصوف کا خلاصہ ہوتا ہے۔ ان ہی سے ساری راہیں کھلتی ہیں۔ ان سے ہی تصوف کی عمارت بنتی ہے۔

4۔ ترک اختیار:

تصوف کی اصل بنیاد ہی اپنی مرضی ختم کرنا ہے۔ صوفی اپنی مرضی ختم کر کے اپنے رب کی مرضی پر چلنا شروع کر دیتا ہے۔ جب اپنی مرضی نہیں تو سب پریشانیاں ختم سب مشکلیں آسان سب مسائل حل اور ایک سالک کے لیے اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگنا آسان ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

(صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً)۔[79]

اللہ کا رنگ کو اختیار کرو اور اللہ تعالیٰ سے اچھا رنگ کس کا ہو گا۔؟

لہذا یہ صوفی جب اپنی مرضی چھوڑ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف چل پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو جاتا ہے۔ یوں یہ واصل باللہ ہو جاتا ہے۔

5۔ استقامت:

استقامت ہی تو اصل کرامت ہے۔ اگر استقامت نہیں تو تصوف میں قدم رکھنا دشوار گزار بن جاتا ہے کیونکہ تصوف کے تمام اعمال میں استقامت ضروری ہے۔ حدیث پاک میں بھی آتا ہے:

---

[77] محمد عبد النصیر بن عبد البصیر العلوی، تصوف کا انسائیکلوپیڈیا، ترجمہ الرسالۃ القشیریۃ، باب: مجاہدہ، ناشر: مکتبہ رحمانیہ، لاہور، ص: 179

[78] گنگوہی، رشید احمد، امداد السلوک، فصل نمبر 16، ناشر: دار الکتاب دیوبند، انڈیا، سن اشاعت: 2005، ص: 154

[79] سورۃ البقرۃ: 138

" إِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَإِنْ قَلَّ"[80]

کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل وہ ہے جس پر ہمیشگی اختیار کی جائے اگرچہ وہ عمل تھوڑا سا کیوں نہ ہو۔

لہذا برکتوں کا نزول، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا حصول استقامت سے حاصل ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی ایمان کے بعد استقامت کا ذکر ہے۔

(إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا)[81]

(واقعی) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے۔

لہذا باحث کی رائے کے مطابق یہ پانچ عناصر تصوف کی اصل ہیں ان پانچ عناصر کے بغیر کوئی تصوف کا دعویٰ کرے تو اسکا دعویٰ قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

"تصوف قدیم مذاہب میں"

تجزیہ

غلام احمد پرویز صاحب نے اپنی کتاب "تصوف کی حقیقت" کے باب سوم میں لکھا کہ چونکہ یہود و نصاریٰ دونوں کے ہاں ختم نبوت کا عقیدہ نہیں تھا لہذا وہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد بھی دیگر نیک لوگوں کو وحی والہام کا اہل مانتے تھے۔ کیونکہ وہ ان بعد کے لوگوں کو بھی نبی کہتے تھے اور نبی کا معنی غیب کی خبریں دینے والا کرتے تھے۔ اب ان الہامات کو بعد میں باطنی علم و تصوف کا نام دیا گیا۔[82]

تجزیہ

یہ بات بجا ہے کہ یہود و نصاری اپنے انبیاء کے بعد نیک لوگوں کو بھی نبی کہہ کر پکارتے اور ان کی باتوں کو انبیاء کی طرح وحی و الہامات مانتے۔ مگر اس سے صوفیاء کرام کے الہامات کیسے غلط ہو گئے کیونکہ صوفیاء کرام کے الہامات کے لیے کسوٹی قرآن وحدیث ہے۔ اگر کوئی الہام قرآن وحدیث سے متصادم ہو گا وہ کیسے قبول ہو سکتا ہے۔ جب کہ باحث نے اسی باب میں اقوال صوفیاء کی روشنی میں واضح کر دیا کہ تصوف قرآن وحدیث کو مضبوطی سے پکڑنے کا نام ہے۔ اور یہ بات کہ بعد میں ان الہامات کو باطنی علم و تصوف کہہ کر پکارا گیا۔ یہ بات علی الاطلاق ٹھیک نہیں۔ یہود و نصاری نے اپنے نیک لوگوں کے الہامات کو کہیں پر بھی تصوف نہیں کہا۔ تصوف کا لفظ ہی مسلمانوں کے ہاں رائج ہوا ہے۔ اسکا پہلا استعمال تابعین کے دور میں ہوا۔ ہاں اگر اہل کتاب نے ان الہامات کو باطنی علم کہا ہے تو یہ اہل تصوف کے لیے مضر نہیں۔ کیونکہ لامشاحۃ فی الاصطلاح۔

غلام احمد پرویز صاحب نے لکھا کہ تصوف تقریبا دنیا کی تمام اقوام میں موجود ہے اور تاریخ کے اولین اوراق سے اسکا تذکرہ شروع ہوتا ہے پھر تصوف کے دو بنیادی عناصر ذکر کیے

1۔ انسان کا خدا کے ساتھ براہ راست مکالمہ۔

2۔ نفس انسانی کا حقیقت مطلقہ (خدا تعالیٰ) کے ساتھ مل جانا۔

ان بنیادی عناصر کو حاصل کرنے کے لیے دنیا سے بلکل قطع تعلق کرنا ضروری ہے یہاں کی محسوس اشیاء کا خیال بھی نہ آئے۔ اس کیفیت کو تصوف کی اصطلاح میں "مکمل تاریکی" COMPLETE DARKNESS سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پھر اس کیفیت سے یہ وہ وحی کے الفاظ کے معانی کو بھی چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ یہ محسوسات کے قبیل سے بن جاتے ہیں اور وہ وحی کے معانی باطنی دنیا سے متعین کرتے ہیں اور اسی کو حقیقت کہتے ہیں اور اسکے مقابلے محسوسات سے حاصل کردہ علم کو ظاہری اور غیر یقینی کہتے ہیں۔[83]

تجزیہ

غلام احمد پرویز کا یہ کہنا تصوف تقریبا تمام اقوام میں پایا جاتا ہے۔ یہ کہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ تصوف صرف مسلمانوں کی اصطلاح ہے۔ ہاں روحانیت تمام اقوام میں پائی جاتی ہے روحانیت اور تصوف میں باریک سا ہی فرق ہے کہ روحانیت عام مطلق ہے اور تصوف خاص مطلق ہے۔ یعنی ہر تصوف روحانیت ہے لیکن ہر روحانیت تصوف نہیں۔ کیونکہ تصوف کی اصل قرآن کریم اور احادیث طیبہ اور آثار و اعمال صحابہ ہیں۔

---

[80] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الایمان، دار طوق النجاۃ، بیروت، باب الجلوس علی الحصیر ونحوہ، حدیث نمبر: 5861

[81] سورۃ حم السجدۃ: 30

[82] پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ناشر: طلوع اسلام، لاہور، سن 1981 . ص: 23

[8383] پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ناشر: طلوع اسلام، لاہور، سن 1981 . ص: 24

تصوف کے دو بنیادی عناصر براہ راست خدا تعالیٰ سے کلام اور وصال بمعنی اتحاد و حلول یہ دونوں بنیادی عناصر مسلمان صوفیاء کرام کے ہاں اسی معنوں میں موجود نہیں۔ براہ راست کلام یا اتحاد و حلول یہ کفر و شرک ہے۔ صوفیاء کرام کے ہاں وصال کے معنی اللہ تعالیٰ میں ضم ہو جانا نہیں بلکہ اسکا مطلب قرب الہیٰ کی انتہاء ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم انسان کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اب اللہ تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ ہمارے قریب ہیں لیکن گناہوں کے حجابات، دنیا کی محبت کے حجابات اگر اٹھ جائیں تو اس باطنی قرب کے احساس کو وصال کہتے ہیں۔ لیکن اسکے لیے اپنی خواہشات اور مرضی کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی منشا اور مرضی میں فنا کرنی پڑتی ہے تب جا کر یہ کیفیت حاصل ہوتی ہے اور کلام سے مراد دل کی باتیں کرنا ہے جو کہ ہر مومن ہر دعا میں اپنے رب سے ہمکلام ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ ہر نماز میں ہر مومن ہمکلام ہوتا ہے۔ جس کا دل جتنا پاکیزہ ہو گا اسکا کلام اتنا براہ راست ہو گا۔ یعنی گویا کہ وہ ہمکلام ہونے کی لذت حاصل کرے گا۔ جیسا صحیح مسلم میں روایت ہے کہ: جب بندہ (ٱلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلْعَالَمِينَ) کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "حمدنی عبدی" جب بندہ کہتا ہے (ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اثنی علی عبدی" جب بندہ کہتا ہے کہ (مَٰلِكِ يَوْمِ ٱلدِّينِ) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" مجدنی عبدی" [84]

اب یہ کیفیت کسی صاف شفاف دل والے کو ہی محسوس ہو سکتی ہے لیکن اگر کوئی یہ دعویٰ کرے میں زبان سے براہ راست اللہ تعالی سے باتیں کرتا ہوں تو وہ جھوٹا اور زندیق ہے۔ اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں۔ صوفیاء کرام کے ہاں تصوف قرآن و حدیث سے ماوراء الگ سے کوئی چیز نہیں۔

پرویز صاحب نے کہا کہ ان عناصر کو حاصل کرنے لیے ترک دنیا یہاں تک کہ ترک محسوسات کرنا پڑتا ہے اور اسے "مکمل تاریکی" کہا جاتا ہے۔ بنیادی طور پر یہ اصطلاح بھی صوفیاء کرام کی نہیں بلکہ یہ نصاری سے لی گئی اصطلاح ہے جو اہل تصوف پر چسپاں کر دی۔ ہاں صوفیاء مراقبہ کرواتے ہیں کہ سالک یہ تصور کرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آرہا ہے اور اسکے دل میں سما رہا ہے اور اس کیفیت میں سالک یہ تصور کرے کہ صرف یہ سالک اور اللہ تعالیٰ ہیں اور کوئی تیسرا نہیں۔ یہ تصور بھی اسلامی تصور ہے کہ جہاں کہیں انسان اکیلا ہوتا ہے تو دوسرا ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں، اگر دو انسان ہوں تو تیسرا اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں، تین انسان ہوں تو چوتھا اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے:

(مَا يَكُونُ مِن نَّجْوَىٰ ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا أَدْنَىٰ مِن ذَٰلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوا)[85]

تین آدمیوں کی سرگوشی نہیں ہوتی مگر اللہ انکا چوتھا ہوتا ہے اور نہ پانچ کی مگر انکا چھٹا وہ ہوتا ہے اور نہ اس سے کم کی اور نہ زیادہ کی مگر وہ ساتھ ہی ہوتا ہے جہاں بھی وہ ہوں۔ اسی طرح سورۃ الحدید کی آیت نمبر 4 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ)[86]

جہاں کہیں تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔

لہذا صوفیاء کرام مکمل تاریکی نہیں بلکہ مکمل نور کو حاصل کر رہے ہوتے ہیں۔ لہذا اسلامی تصوف کے مراقبے میں اور نصاری کے مراقبے میں بون شاسع ہے۔ جن کا کوئی موازنہ بنتا ہی نہیں۔

غلام احمد پرویز نے کہا کہ وحی کے الفاظ کے حقیقی معنی ترک کر کے باطنی معنی کرتے ہیں اور اسے ڈائریکٹ علم اور یقینی علم کہتے ہیں۔ یہ دعوی بھی اسلوب تحقیق کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی صوفی ظاہر کو بلکل ترک کر کے باطنی معنی کرے اور اسی کو حقیقی معنی کہے تو یہ زندقہ ہے۔ اسے کسی صوفی نے قبول نہیں کیا۔ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارا یہ مذہب قرآن و سنت کے ساتھ مقید ہے [87] ہاں ظاہر کو قبول کرتے ہوئے کوئی نکتہ یا لطیف معنی کسی صوفی کی سمجھ میں آیا اور اس نے وہ بیان کر دیا تو صاحب روح المعانی جو کہ صوفی بھی ہیں اور مفسر بھی کے مطابق یہ معنی تب قبول ہو گا جب ظاہر شریعت کے خلاف نہ ہو۔ علامہ آلوسی صوفیؒ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں:

" واما کلام السادة الصوفية فی القرآن فهو من باب الاشارات الی دقائق تنکشف علی ارباب السلوک و یمکن التطبیق بینها و بین الظواہر المرادة وذلک من کمال الایمان و محض العرفان لا انهم اعتقدوا ان الظاہر غیر مراد اصلا وانما المراد الباطن فقط اذ ذاک اعتقاد الباطنیة الملاحدة توصلوا به الی نفی الشریعة بالکلیة وحاشی سادتنا من ذلک"۔[88]

---

[84] مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ، ناشر: دار السلام ریاض، 2007، حدیث نمبر 395۔

[85] سورۃ المجادلۃ: 7۔

[86] سورۃ الحدید: 4۔

[87] القشیری، الامام زین الدین ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری، الرسالۃ القشیریۃ، باب فی ذکر مشائخ ھذہ الطریقہ۔۔ ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرۃ، ص: 64

[88] آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الحسینی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سن 1415 ھجری، ص: 8، جلد: 1، مقدمۃ التفسیر

جہاں تک **سادات صوفیہ** کے کلام کا تعلق ہے جو قرآن کے بارے میں ہے، تو وہ ان **اشارات** کے باب سے ہے جو اربابِ سلوک (اہل تصوف) پر منکشف ہونے والے باریک حقائق پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان اشارات اور (آیت کے) مرادی **ظاہری مفاہیم** کے درمیان مطابقت پیدا کرنا ممکن ہے، اور یہ **کمال ایمان** اور **خالص معرفت** کی علامت ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ وہ (صوفیہ) یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ظاہر بالکل مراد ہی نہیں ہے اور صرف باطن ہی مراد ہے؛ کیونکہ یہ **تو باطنیہ ملحدین** کا عقیدہ ہے، جس کے ذریعے وہ مکمل طور پر شریعت کی نفی تک پہنچے۔ ہمارے سادات (صوفیہ کرام) کا دامن ایسی باتوں سے پاک ہے۔

اس تفصیل سے پتہ چلا کہ غلام احمد پرویز ملاحدہ باطنیہ اور صوفیاء کرام کے درمیان تفریق نہ کر سکے جس کی وجہ سے خلط مبحث کر دیا اور یوں باطنیہ کے افکار کو صوفیاء کے افکار قرار دے دیا جو کہ ایک علمی خطا ہے۔

غلام احمد پرویز ص نمبر 26 سے ص نمبر 36 تک یہود کے قبالہ، زوہر کے اعداد و نقوش انکے پنہاں معانی اور اسکے اثرات کا تذکرہ یونانی فلسفہ عقلیت و روحانیت کے ساتھ کیا اسی طرح نصاری کی رہبانیت، باطنیت اور انکے راہبوں راہبات کی جنسی بے راہ روی، عام لوگوں کی توہم پرستی اور راہبوں کی باتوں کے خرافات اور ہندوؤں کی روحانیت کا تذکرہ شنکر اچاریہ کا نظریہ کہ روح ازلی اور سب کائنات فانی مع وحدت وجود کا تذکرہ کیا۔[89]

تجزیہ

غلام احمد پرویز کی ذکر کردہ تقریباساری باتیں یہود و نصاری اور ہندووں کی کتب میں موجود ہیں۔ ان باتوں کا اسلامی تصوف اور اسکی پاکیزہ تعلیمات سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں۔ لہذا ان باتوں کو تصوف پر چسپاں کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ تصوف کی کسی کتاب میں بھی ان اشیاء کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ان اشیاء کو ذکر کر کے قارئ کے ذہن کو تصوف سے متنفر کرنا ہے۔ تاکہ تصوف کے بطلان پر دلیل قائم ہو سکے جو کہ اکیڈمک طریقہ نہیں ہے۔

نتائج البحث

- مختلف مذاہب، بالخصوص یہودیت، عیسائیت اور ہندومت میں روحانیت اور باطنی تزکیے کے تصورات پائے جاتے ہیں، تاہم ان کے عقائد، نظریات اور طریقۂ کار اسلامی تصوف سے مختلف ہیں۔
- اسلامی تصوف کی بنیادی اساس قرآنِ کریم، سنت نبوی اور صحابۂ کرامؓ کی روحانی و اخلاقی تعلیمات پر قائم ہے۔
- تزکیۂ نفس، اخلاص، زہد، محبت الٰہی، ہمدردی اور حسنِ اخلاق اسلامی تصوف کے اہم بنیادی عناصر ہیں، جو انسان کی روحانی اور اخلاقی تربیت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔
- غلام احمد پرویز کے نظریات کے تنقیدی جائزے سے واضح ہوتا ہے کہ عمومی مذہبی روحانیت اور اسلامی تصوف کو ایک ہی مفہوم میں نہیں لیا جا سکتا؛ اسلامی تصوف اپنی مستقل دینی اور فکری بنیادیں رکھتا ہے۔
- تحقیق میں اسلامی تصوف کے پانچ بنیادی عناصر کی نشان دہی کی گئی ہے :روحانی نسبت کا اتصال، مرشد و مرید کا تعلق، عبادات و اذکار اور مجاہدات، اپنی مرضی کو الٰہی ہدایت کے تابع کرنا، اور استقامت۔

[89] پرویز، غلام احمد، تصوف کی حقیقت، ناشر: طلوع اسلام، لاہور، سن 1981 ، ص:26 تا 36